www.rahimia.org

عید الاضحیٰ، شعائرِ الٰہیہ اور قربانی کی اہمیت

(احکام و مسائل اور خطبات)

از

حضرت مولانا مفتی عبد الخالق آزاد رائے پوری مدظلہ

رحیمیہ مطبوعات
لاہور - پاکستان

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
00-92-42-36307714, 36369089 www.rahimia.org
info@rahimia.org /rahimiainstitute

www.rahimia.org

ادارہ رحیمیہ لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام

گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں اجتماعی قربانی کا انتظام کیا گیا ہے۔

جو احباب اپنے یا اپنے دوستوں اور احباب کے ' قربانی کے جانور میں حصص رکھنا چاہیں، وہ ادارہ کے دفتر سے رابطہ کر کے اپنا نام درج کروالیں۔ گائے میں قربانی کے ایک حصے کی قیمت بھی دفتر ادارہ سے معلوم کر کے جمع کرادیں۔

منجانب: مجلس منتظمہ ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

نام پمفلٹ: عید الاضحیٰ، شعائرِ الٰہیہ اور قربانی کی اہمیت (احکام و مسائل اور خطبات)

از: حضرت مولانا مفتی عبد الخالق آزاد رائے پوری مدظلہ

قیمت: 100 روپے

رحیمیہ مطبوعات

رحیمیہ ہاؤس، ۳۳/اے، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح)، لاہور

00-92-42-36307714, 36369089 www.rahimia.org

info@rahimia.org /rahimiainstitute

www.rahimia.org

عرضِ ناشر

ذی الحج کا ماہِ مبارک اور عیدِ قربان کی آمد آمد ہے۔ اس ماہِ مبارک میں کتابِ مقدّس قرآن حکیم اور نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے شعائر؛ حجِ بیت اللہ، عید الاضحیٰ اور قربانی کی اہمیت و فضائل، اَسرار و رُموز اور اَحکامات ومسائل سمجھنا انتہائی اہمیت رکھتا ہے، تاکہ اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں عشرۂ ذی الحج کے بابرکت ایام اور عید الاضحیٰ کے موقع پر قربانی سے متعلق تمام احکاماتِ شرعیہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس بابرکت مہینے کے فوائد و ثمرات سے فیض یاب ہونے کی سعی کی جائے۔

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبد الخالق آزاد رائے پوری –**دامت برکاتھم العالیہ**–کا تحریر کردہ زیرِ نظر پمفلٹ' ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے قیام 2001ء کے زمانے سے ہی شائع ہوتا رہا ہے۔ خاص طور پر حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ مسند نشینِ رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی ہدایات کے مطابق ولی اللّٰہی مشائخ کی تعلیمات کی روشنی میں شعائرِ الٰہیہ کی اہمیت سمجھنا اور رائے پوری مشائخ کے اُسلوب پر عید الاضحیٰ سے متعلق احکامات کی پابندی کرنا رہا ہے۔

حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی حیاتِ مبارکہ میں یہ ایک چھوٹے سے بروشر کی صورت میں شائع ہوتا رہا ہے۔ پھر ہر سال اس کے اضافہ شدہ مختلف ایڈیشنز چھپتے رہے ہیں۔ اس کی اِفادیت کے پیشِ نظر اِمسال ذی الحج (۱۴۴۷ھ / 2026ء) کے موقع پر بھی اس کی اشاعت ضروری تھی۔ اس اشاعت میں حضرت آزاد رائے پوری مدظلہ نے اس پر نظرِ ثانی کی اور اب امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے عُلوم و اَفکار کی روشنی میں ان ایام میں کیے جانے والے اعمال کے اَسرار و رُموز کے اضافے کے ساتھ یہ پمفلٹ شائع کیا جا رہا ہے۔

اُمید ہے کہ قارئین کے لیے مفید ثابت ہو گا۔ (مدیر؛ رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

www.rahimia.org

فہرست

ملت ابراہیمیہ حنیفیہ اور شعائرِ الٰہیہ کی اہمیت 3

قربانی؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت 3

امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام 4

ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ اور اس کے مقاصد 5

ملّتِ ابراہیمیہ کی اتباع کا حکم 5

ملتِ ابراہیمیہ کے بنیادی اُصول 6

ملت کی تعریف اور اُس کی ضرورت و اہمیت 8

ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے دو مراکز 10

ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے شعائر 11

شعائرُاللہ کی تعظیم اور ان کی اہمیت 12

بڑے ”شعائراللہ“ چار ہیں 16

ان چاروں شعائر کا باہمی ربط اور تعلق 22

کعبہ سے متعلق شعائراللہ میں؛ حجِ بیت اللہ 23

ان شعائر کی اساس پر ماہِ ذی الحجہ کی اہمیت اور اہم اعمال 27

عیدَین؛ شعائراللہ میں سے ہیں 28

عید الاضحیٰ کی اہمیت 31

تربیت اور تزکیے کے حوالے سے قربانی کی اہمیت 32

قربانی سے دلوں کا تقویٰ مطلوب ہے 34

ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی اہمیت 34

عشرۂ ذی الحج کے فضائل سے متعلق احادیث 35

تقویٰ کے نتائج؛ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنا ہے 37

قربانی کے دنوں میں جانور ذبح کرنا ضروری ہے 38

قربانی کا جانور ذبح کرنے کی دعا 41

عید الاضحیٰ اور قربانی کے احکام و مسائل 44

خطباتِ عید الاضحیٰ 52

www.rahimia.org

ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ اور شعائرِ الٰہیہ کی اہمیت

قربانی؛ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت

قربانی امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے، جسے دینِ اسلام میں جاری کر دیا گیا ہے۔ نبیٔ آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا:

”عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ ، قَالَ: قُلْتُ: - أَوْ: قَالُوا: - يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هٰذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ”سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ“، قَالُوا: مَا لَنَا مِنْهَا؟ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ”بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ“، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ! فَالصُّوفُ؟ قَالَ صلی اللہ علیہ وسلم: ”بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوفِ حَسَنَةٌ“۔[1]

(حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: ان قربانیوں کی کیا حقیقت ہے؟
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: ”یہ تمھارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے“۔ انھوں نے پوچھا: اس پر ہمیں کیا ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(1) رواه أحمد في مسنده، تتمّه مُسْنَدِ الْكُوفِيِّينَ، حديث زيد بن أرقم - رضي الله تعالىٰ عنه -، حديث: 19283، وسنن ابن ماجه، حديث: 3127۔

www.rahimia.org

”ہر بال کے بدلے ایک نیکی“۔ انھوں نے پوچھا: یارسول اللہ! اُون کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: ”اُون کے ہر بال کے عوض بھی ایک نیکی ملے گی“۔)

امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام

امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے اولوالعزم پیغمبر ہیں۔ انھوں نے نوعِ انسانیت کی دنیاوی و اُخروی فلاح و ترقی کے لیے ایسے فطری اصولِ دین واضح کیے ہیں، جو بعد میں آنے والے تمام انبیا علیہم السلام کی شریعتوں کی بنیاد رہے ہیں۔

قرآن حکیم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیت بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے:

”قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا“[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: بے شک مَیں نے آپ کو انسانیت کے لیے امام (اصول وضابطے مقرر کرنے والا رہنما) بنایا ہے۔)

”امام“ کی تعریف کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

”مَن كان أكثرُ علمِه معرفةَ قواعدِ الملّة ومصالحها، وكان حثيثًا علىٰ إقامة المندرس منها يُسمّٰى: ”إمامًا“.[2]

(جس سمجھ دار آدمی (مُفہَّم) کے زیادہ تر عُلوم‘ انسانی ملّت کے قوانین و قاعدے اور اُن کی مصلحتوں پر مشتمل ہوں اور جو انسانی اقدار مِٹ چکی ہوں، اُن کو قائم کرنے پر اُبھارنے والا ہو، اُسے ”امام“ کہا جاتا ہے۔)

---

(1) 2–البقرہ:124۔

(2) حُجّة الله البالغه، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، تحقیق: مولانا سعید احمد پالن پوریؒ، مبحث السّياسات الملّيّة، باب حقيقة النُّبوّة وخواصّها، ج:1، ص:245، طبع: مکتبہ حجاز، دیوبند۔

www.rahimia.org

چناں چہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ عظیم شخصیت ہیں کہ جنھوں نے انسانیت سے متعلق اُصول و قوانین اور قاعدے سمجھے اور اُن کی دعوت دی۔ مٹی ہوئی انسانی اقدار کو دوبارہ قائم کرنے کی تاریخی جدوجہد کی ہے۔

ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ اور اس کے مقاصد

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قائم کردہ "اصولِ انسانیت" پر قائم ملت کو "ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ" کہا جاتا ہے۔ تمام انبیا علیہم السلام کی بعثت اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کے مقاصد اور ان کے نتائج بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ"۔[1]

(بے شک ہم نے واضح دلائل دے کر اپنے رسولوں کو بھیجا اور ان پر کتاب اور میزان (عدل و انصاف کی ترازو) اُتاری، تاکہ انسانیت عدل و انصاف پر قائم ہو جائے۔)

امامِ انسانیت حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت تمام انبیا علیہم السلام کا مقصد تعلق مع اللہ کے ساتھ انسانیت کے لیے عدل و انصاف کا نظام قائم کرنا رہا ہے۔ یہ تمام حضرات اسی مقصد کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتے رہے۔

ملّتِ ابراہیمیہ کی اتباع کا حکم

بعد میں آنے والے تمام انبیا علیہم السلام کو اسی "ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ" کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی ملت کی اتباع کا

(1) 57–الحدید:25۔

www.rahimia.org

حکم دیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

”ثُمَّ أَوۡحَيۡنَآ إِلَيۡكَ أَنِ ٱتَّبِعۡ مِلَّةَ إِبۡرَٰهِيمَ حَنِيفٗا“۔ [1]

(پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ملت ابراہیمی حنیفی کی اتباع کریں۔)

ملتِ ابراہیمیہ کے بنیادی اُصول

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے دس بنیادی اُصول بیان کیے ہیں۔ انھیں ”احکاماتِ عشرہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا حکم سب سے پہلے امامِ انسانیّت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیا گیا۔ پھر ان اُصولوں کی تفصیل پر مشتمل کتاب تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ اور پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اُصولوں کی دعوت دینے کا حکم دیا گیا کہ آپ یہ باتیں بیان کریں۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

”قُلۡ تَعَالَوۡاْ أَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمۡ عَلَيۡكُمۡۖ أَلَّا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـٔٗاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنٗاۖ وَلَا تَقۡتُلُوٓاْ أَوۡلَٰدَكُم مِّنۡ إِمۡلَٰقٖ نَّحۡنُ نَرۡزُقُكُمۡ وَإِيَّاهُمۡۖ وَلَا تَقۡرَبُواْ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَۖ وَلَا تَقۡتُلُواْ ٱلنَّفۡسَ ٱلَّتِي حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلَّا بِٱلۡحَقِّۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُونَ۔ وَلَا تَقۡرَبُواْ مَالَ ٱلۡيَتِيمِ إِلَّا بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ حَتَّىٰ يَبۡلُغَ أَشُدَّهُۥۖ وَأَوۡفُواْ ٱلۡكَيۡلَ وَٱلۡمِيزَانَ بِٱلۡقِسۡطِۖ لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا إِلَّا وُسۡعَهَاۖ وَإِذَا قُلۡتُمۡ فَٱعۡدِلُواْ وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبَىٰۖ وَبِعَهۡدِ ٱللَّهِ أَوۡفُواْۚ ذَٰلِكُمۡ وَصَّىٰكُم بِهِۦ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ۔ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَٰطِي مُسۡتَقِيمٗا فَٱتَّبِعُوهُۖ وَلَا تَتَّبِعُواْ ٱلسُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ

(1) 16–النحل:123۔

www.rahimia.org

عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"۔[1]

(کہہ دو: آؤ! میں تمھیں سنادوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے:

(1) یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ،

(2) اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو،

(3) اور تنگ دستی کے سبب اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمھیں اور انھیں رزق دیں گے،

(4) اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ،

(5) اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو، جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے، تمھیں یہ حکم دیتا ہے تا کہ تم سمجھ جاؤ۔

(6) اور سوائے کسی بہتر طریقے کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے،

(7) اور ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو، ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے،

(8) اور جب بات کہو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ داری ہو،

(9) اور اللہ کا عہد پورا کرو، تمھیں یہ حکم دیا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(10) اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو اور دوسرے راستوں پر مت چلو، وہ تمھیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے، تمھیں اسی کا حکم دیا ہے، تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی ان اصولوں پر مشتمل ایک تفصیلی کتاب تورات نازل کرنے کا ذکر کیا گیا ہے، جیسا کہ اگلی آیت (154) میں ذکر ہے۔

---

(1) 6–الانعام: 151 تا 153۔

www.rahimia.org

اور پھر انھی اُصولوں کی روشنی میں قرآن حکیم میں بھی تفصیلی احکامات بیان کیے گئے ہیں، جیسا کہ اس سے اگلی آیت (155) میں فرمایا گیا:

”وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ “۔[1] (یہ برکت والی کتاب ہم نے اُتاری ہے، سو اِس کا اتباع کرو، اور ڈرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔)

دینِ اسلام حقیقت میں ابراہیم علیہ السلام کی تحریکِ حنیفیت کے اصولوں کی کامل اتباع کا نام ہے۔ چناں چہ اسی سورت الانعام کے آخر میں ارشادِ ربانی ہے:

”قُلْ إِنَّنِىْ هَدَانِىْ رَبِّىْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا“۔[2] (آپ کہہ دیجیے! کہ بے شک میرے ربّ نے مجھے سیدھے راستے کی ہدایت کی ہے۔ اور وہ ایک مُنضبِط دین ہے۔ جو ملتِ ابراہیمی حنیفی پر قائم ہے۔)

ملت کی تعریف اور اُس کی ضرورت و اہمیت

اُصول و احکامات کو انسانی معاشرے میں عملی صورت میں نافذ کرنے کے لیے ”ملت“ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ”ملت“ کی تعریف کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

”وبالجُملة : فالصّورةُ المعيَّنة، والوضعُ الخاصّ مِن تلك الصّوَر والأوضاع، مِن حيث يتأتّى به الارتفاقات والاقترابات يُسمّى بـ : ”المِلّة“.

ولـمّا كان أكثرُ بني آدم:

(1) 6–الانعام:155۔

(2) 6–الانعام:161۔

www.rahimia.org

(أ) لا يُحصِّلون علومَ الارتفاقات والاقترابات علىٰ وجهِها،

(ب) ولا يهتدون لأصولها وتمهيدها علىٰ أوضاعها،

وجب مِن لُطف الله تعالىٰ وعنايته بنوع الإنسان أن تظهَرَ المِلَل، وتُودَعَ في جِبِلّتهم داعيةُ الانقياد لِمِلّةٍ مّا مِن المِلَل، ثُمّ تُثار ارتفاقاتٌ توجِبُ الانقياد لِمِلّةٍ خاصّةٍ"۔[1]

(مختصر یہ ہے کہ انسانی کاموں کی عملی شکل وصورت اور اُن صورتوں کی خاص وضع قطع کچھ اس انداز میں متعین کردینا کہ اُس سے تمام ارتفاقات اور اقترابات پورے کیے جاسکیں، انھیں "ملّت" کہا جاتا ہے۔

انسانیت کی اکثریت (الف) از خود ارتفاقات اور اقترابات کے عُلوم پورے طور پر حاصل نہیں کرسکتی (ب) اور نہ ہی اُس کے اُصول اور بنیادوں کو اپنی وضع اور ساخت کے ساتھ سمجھ سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور اُس کی عنایت سے نوعِ انسانی پر ملتوں کا ظہور ہوا اور اُن کی فطرت اور جبلت میں یہ بات رکھ دی گئی کہ وہ ملتوں میں سے کسی نہ کسی ملت کی فرماں برداری کریں اور پھر کسی مخصوص ملّت کی اتباع کرنے سے ارتفاقات وجود میں آئیں۔)

اللہ تعالیٰ کے ہاں متعین کردہ "ملّتِ قُصویٰ" کی اَساس پر تمام حضرات انبیا علیہم السلام پر شرائع نازل ہوتی ہیں۔ اس دور میں اس کی عملی شکل اللہ تعالیٰ کے ہاں "ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ" ہے۔ اس کے تحت "ملّتِ موسویہ"، "ملّتِ عیسویہ" اور "ملّتِ محمدیہ" ہیں۔

---

(1) البدور البازغة از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مع شرح: النّجوم السّاطعة، از راقم السطور –عُفِيَ عنه–، ج:2، تیسرا مقالہ، فصل:1، ص:335-336، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور، 2023ء۔

www.rahimia.org

ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے دو مراکز

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انسانیت کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنے اور انھیں عدل وانصاف پر رکھنے کے لیے تحریکِ حنیفیت کی اَساس اور بنیاد ڈالی۔ آپؑ نے اس تحریک کے دو مراکز قائم فرمائے:

1۔ ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کا پہلا مرکز: بیت اللہ الحرام

ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کا پہلا مرکز' وادیٔ مکہ میں "بیت اللہ الحرام" ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر قائم کیا۔ مکہ مکرمہ -زادھا اللہ شرفًا- یہ انسانیت کی ترقی کا پہلا مرکز ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے: "إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ"[1] (انسانیت کے فائدے کا سب سے پہلا گھر مکہ مکرمہ میں بنایا گیا)۔ اس مرکز کے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی اصل میں کل انسانیت کے لیے ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کا حقیقی مرکز ہے اور ان اُصولوں کو عملی طور پر قائم کرنے کی جدوجہد کا مرکز ہے۔ چناں چہ ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے تحت ملتِ محمدیہ -علیٰ صاحبھا الصّلاۃ والسّلام- وُجود میں آئی اور قیامت تک اس ملت کے تحت ہی انسانی کامیابی کے عملی نظام بنیں گے۔

2۔ ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کا دوسرا مرکز: بیت المقدِس

ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کا دوسرا مرکز "بیت المقدِس" ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے حضرت اسحاق علیہ السلام اور پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قائم کیا۔ اور پھر اس مرکز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات ایسی تفصیلی کتاب نازل ہوئی اور

---

(1) 3-آلِ عمران:96۔

www.rahimia.org

حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور ایسی عظیم کتاب نازل ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل ایسی کتاب کا نزول ہوا اور اس سے ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے تحت ملتِ موسویہ اور ملتِ عیسویہ پر مبنی نظام ہائے حیات قائم ہوئے۔ اس طرح یہ مرکز ان حضرات انبیا علیہم السلام کی شریعتوں کا مرکز و منبع بن کر ظہور پذیر ہوا۔

ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے شعائر

انسانیت کی فلاح و بہبود کے ان مراکز کے قیام کے سلسلے میں ان حضرات انبیا علیہم السلام کو اپنی جدوجہد اور قربانی کے حوالے سے جو ابتلاو آزمائش اور مشکل مقامات پیش آئے، وہ انسانی تاریخ کے سنہرے واقعات ہیں۔ آئندہ آنے والے تمام ادیان میں ان اہم واقعات کو شعائر (روشن علاماتِ) دین قرار دیا گیا ہے۔ ان بزرگوں نے دینِ حنیفی کے قیام کے لیے جو لازوال کام کیے ہیں، ان سے فطرتِ انسانیت پر غلط ماحول اور نظام کے اثرات پر مبنی قفل ٹوٹتے ہیں۔

ان دس اصولِ حنیفیت سے نوعِ انسانیت کے بنیادی جوہر کھُلتے ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے سے تزکیۂ قلوب، تصفیۂ باطن کے ساتھ غلبۂ دین کے مظاہر سامنے آتے ہیں۔ اور یوں انسانی معاشرے میں عدل وانصاف اور تقویٰ و پاکیزگی کا وہ اعلیٰ معیار سامنے آتا ہے، جو رہتی دنیا تک انسانیت کے لیے منارۂ نور اور روشن صراط مستقیم کے طور پر جانا جاتا رہے گا اور اپنے تمام اعمال اور مناسک اللہ کے لیے کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے:

”قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“۔ (1)

(کہہ دو بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی

(1) 6–الانعام:162-163۔

www.rahimia.org

کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا اور مَیں سب سے پہلے فرماں بردار ہوں۔)

شعائرُ اللہ کی تعظیم اور ان کی اہمیت

ملّتِ ابراہیمیہ حنیفیہ میں ان شعائر کی بڑی اہمیت ہے۔ ان کی عظمت اور بڑائی کے حوالے سے خود حضرت حق جل مجدہ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

”وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“۔ [1]

(جس نے اللہ کے شعائر کی تعظیم کی، بے شک یہ دلوں کے ادب اور تقویٰ کی بات ہے۔)

اس حوالے سے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی -قُدِّسَ سِرُّہ- فرماتے ہیں:

”اعلم ! أنّ مبنَى الشّرائع علىٰ تعظيم شعائر الله – تعالىٰ –، والتّقرُّب بها إليه – تعالىٰ – ، وذٰلك: لِمَا أومأنا إليه مِن أنّ الطّريقة الّتي نَصَبها الله – تعالىٰ – للنّاس هي مَحاكاةُ ما في صُقْعِ التّجرُّد بأشياءَ يَقرُبُ تناوُلُها للبهيميّة.

وأعني بـ”الشّعائر“: أمورًا ظاهرةً محسوسةً، جُعِلتْ ليُعبَدَ اللهُ بها، واختُصّت به، حتّٰى صار تعظيمُها عندهم تعظيمًا لله، والتّفريطُ في جَنْبها تفريطًا في جَنْب الله، ورُكِزَ ذٰلك في صميم قُلوبهم، لا يخرج منه إلّا أن تَقَطَّعَ قلوبُهم.

والشّعائر إنّما تصير شعائر بنهجٍ طبيعيٍّ، وذٰلك: أنْ تطمئنّ نفوسُهم بعادةٍ وخصلةٍ، وتصيرُ مِن المشهورات الذّائعة الّتي

---

(1) الحج:22–32۔

www.rahimia.org

تلحق بالبديهيات الأَوَّليّة، ولا تقبل التّشكيكَ، فعند ذٰلك تظهر رحمةُ الله في صورة أشياءٍ، تَستوجِبُها نفوسُهم وعلومُهم الذّائعة فيما بينهم، فيَقبلُونها، ويُكشَفُ الغطاءُ عن حقيقتِها، وتبلُغُ الدّعوة الأداني والأقاصي على السَّوَاء، فعند ذٰلك يُكتَب عليهم تعظيمُها، ويكونُ الأمرُ بمنزلة الحالف باسم الله، يُضمر في نفسه التّفريط في حقّ الله إنْ حَنَث، فيؤاخذ بما يُضمِرُ.

وكذٰلك هٰؤلآء يشتَهِر فيما بينهم أمورٌ تنقادُ لها علومُهم، فيُوجِبُ انقيادُ علومِهم لها: أن لا تظهرَ رحمةُ الله بهم إلّا فيما انْقادُوا له، إذْ مبنَى التّدبير على الأسهل فالأسهل.

ويُوجِبُ أيضًا: أن يؤاخِذُوا أنفسَهم بأقصٰى ما عندهم مِن التّعظيم؛ لأنّ كمالَهم هو التّعظيم الّذي لا يَشُوبُه إهمالٌ.

وما أوجب الله – تعالىٰ – شيئًا علىٰ عباده لفائدةٍ ترجع إليه – تعالىٰ عن ذٰلك عُلوًّا كبيرًا –، بل الفائدةُ ترجعُ إليهم، وكانوْا بحيث لا يُكْمَلُون إلّا بالتّعظيم الأقصٰى، فأُخِذُوْا بما عندهم، وأُمِرُوا ألّا يُفرِّطُوْا في جَنْب الله.

وليس المقصودُ بالذّات في العناية التّشريعيّة حالُ فردٍ بل حالُ جماعةٍ، كأنّها كلّ النّاس، ولله الحُجّة البالغة"۔[1]

(جاننا چاہیے کہ شریعتوں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم پر مبنی ہے اور اُن شعائر کے ذریعے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے- جیسا کہ ہم پیچھے (مبحثِ رابع کے تیسرے باب میں) اشارہ

(1) حُجّةُ اللّٰہِ البالِغه، باب تعظیم شعائر الله، ج:1، ص:208-209۔

www.rahimia.org

کر چکے ہیں– کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے جو طریقہ مقرر کیا ہے، وہ یہ ہے کہ عالَمِ بالا کے بلند مقام کی حکایت کرنے والی ایسی اشیا کا تعین ضروری ہے کہ جن کے ذریعے سے انسانی بہیمیت اللہ کا قرب حاصل کر سکے۔

میری مراد ''شعائر'' سے ایسے محسوس ظاہری اُمور ہیں کہ جنھیں اس لیے بنایا گیا ہے کہ اُن کے ذریعے سے اللہ کی عبادت کی جائے اور وہ صرف اسی کام کے لیے مخصوص کر دیے گئے، یہاں تک کہ لوگوں کے نزدیک اُن اُمور کی تعظیم کرنا' اللہ کی تعظیم کرنا ہے۔ اور ان اُمور کی تعظیم میں کوتاہی کرنا گویا اللہ کی جناب میں گستاخی کرنا ہے۔ اور یہ بات انسانوں کے دلوں کی انتہائی گہرائی میں مرتکز کر دی گئی ہے۔ ایسی کہ اُن کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کیے بغیر نکل نہیں سکتی۔

انسانی طبعی نہج کے تحت ہی شعائر بنتے ہیں اور یہ اس طرح پر کہ کسی عادت اور خصلت پر لوگوں کے نفوس مطمئن ہو جائیں۔ اور یہ بات لوگوں میں پھیل کر ایسی مشہور باتوں میں سے ہو جائے کہ بالکل بدیہی چیزوں کی طرح بن جائے۔ اُن کے مشہور ہونے میں کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ پھر اُس وقت اللہ کی رحمت اُن اشیا کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ رحمت اُن کے نفوس اور علوم میں بھی مشہور ہو کر پھیل جاتی ہے۔ پس وہ اُسے دل و جان سے قبول کر لیتے ہیں۔ اس رحمت کا سبب بننے کی حقیقت سے ہر طرح کے پردے چھٹ جاتے ہیں اور دُور و نزدیک کے تمام لوگوں پر اس کی دعوت یکساں طور پر پھیل جاتی ہے۔ چناں چہ اُن اشیا کی تعظیم اللہ کی طرف سے اُن پر فرض کر دی جاتی ہے۔

بالکل اسی طرح جیسا کہ اللہ کے نام کی قسم اُٹھانے والے کا معاملہ ہوتا ہے کہ

www.rahimia.org

اگر وہ اس قسم کی خلاف ورزی کرے گا تو اُس کے دل میں اللہ کے حق میں کوتاہی کی بات چھپی ہوئی ہوتی ہے۔ پس اُس کی خلاف ورزی پر اُس کا مواخذہ کیا جائے گا۔

اسی طرح اِن لوگوں کے درمیان کچھ ایسے اُمور مشہور ہو جاتے ہیں کہ اُن کے علوم اُن اُمور کے تابع ہو جاتے ہیں۔ پس اُن کے علوم و خیالات کا اُن اُمور کے تابع ہو جانا سبب بنتا ہے کہ اُن پر اللہ کی رحمت اُس وقت تک نازل نہیں ہوگی، جب تک کہ وہ ان شعائر کی تعظیم اور فرماں برداری نہیں کریں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ کسی نظم و نسق کی تدبیر کی بنیاد زیادہ سے زیادہ سہولت والی چیزوں پر ہوتی ہے اور اُن پر یہ بات بھی لازم ہو جاتی ہے کہ وہ انتہائی درجے کی تعظیم کے مطابق اپنے نفسوں کا مواخذہ کریں۔ اس لیے کہ لوگوں میں ایسی اعلیٰ درجے کی تعظیم سے ہی کمال پیدا ہوتا ہے، جس میں اُمور کو نظر انداز کرنے کی ملاوٹ بالکل شامل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے "شعائر" کو کسی ایسے فائدے کے لیے اپنے بندوں پر فرض اور لازم نہیں کیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بہت ہی بلند تر اور بالا ہے، بلکہ ان چیزوں کا فائدہ انسانوں کی طرف ہی لوٹتا ہے۔ اور لوگوں کی تکمیل اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ وہ اعلیٰ درجے کی تعظیم نہیں کریں گے اور ان کا اس پر مواخذہ کیا جائے گا۔ اور انھیں حکم دیا گیا کہ وہ اللہ کی جناب میں ایسی کوئی کوتاہی نہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریعی نظام کی عنایات میں کسی فرد کی حالت مقصود نہیں ہوتی، بلکہ انسانی جماعت کی حالت ہوتی ہے۔ گویا کہ وہی تمام انسان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہی "حجتِ بالغہ" ہے۔)

www.rahimia.org

بڑے ”شعائر اللہ“ چار ہیں

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: بڑے ”شعائر اللہ“ چار ہیں:

”ومعظّم شعائر الله أربعةٌ: القرآن، والكعبة، والنّبي، والصّلاة“.

(اللہ کے بڑے شعائر چار ہیں:

(۱) القرآن، (۲) الکعبہ، (۳) النّبی، (۴) الصّلاۃ)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے شعائر کی جو حقیقت اور تعریف پہلے بیان کی ہے، اس کی روشنی میں ان چاروں شعائر کی وضاحت کرتے ہوئے ہر ایک کے شِعار ہونے کی نوعیت بھی بیان کی ہے۔

1۔ قرآن کریم کے شعائر میں سے ہونے کی حقیقت

”القُرآن“ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

”أمّا القرآن: فكان النّاس شاع فيما بينهم رسائلُ الملوك إلىٰ رعاياهم، وكان تعظيمُهم للمُلوك مُساوقًا لتعظيمهم للرّسائل، وشاع صُحُفُ الأنبياء ومُصنَّفاتُ غيرِهم، وكان تَمَذْهُبُهم لمذاهبهم مُساوقًا لتعظيم تلك الكتب وتلاوتها، وكان الانقيادُ للعلوم وتلقّيْها علىٰ مرّ الدُّهور بدون كتاب يُتلىٰ ويُروىٰ كالمحال بادي الرّأي، فاستوجب النّاس عند ذٰلك أن تظهر رحمةُ الله في صورة كتابٍ نازلٍ مِن ربّ العالمين، ووجب تعظيمُه، فـ:

- مِنْه: أن يستمعوْا له، ويُنصِتُوْا إذا قُرِئ،
- ومنه: أن يُّبادِرُوْا لأوامره كسجدة التّلاوة وكالتّسبيح

www.rahimia.org

عند الأمر بذٰلك،

- ومنه ألا يمسُّوا المُصحَف إلّا علىٰ وضوءٍ".[1]

(جہاں تک قرآن کے شعائر ہونے کا تعلق ہے، تو لوگوں کے درمیان یہ رائج تھا کہ بادشاہوں کا طریقہ ہے کہ وہ اپنی رعایا کے نام فرامین لکھتے تھے، اور لوگ اُن کے فرامین کی تعظیم کرکے اپنے بادشاہ کی تعظیم کرتے تھے۔

اسی طرح انبیا علیہم السلام کے صحیفے اور دیگر حکما وغیرہ کی تصنیفات بھی لوگوں میں مشہور تھیں۔ لوگ اُن صحیفوں اور کتابوں کی تعظیم اور اُن کی تلاوت کرکے اُن کے مذاہب کو اختیار کرکے اپنا مذہب بناتے تھے۔ قدیم ایام سے لوگ کسی تلاوت اور روایت کردہ کتاب کے بغیر علوم کی پابندی اور اُن کی فرماں برداری کو ظاہری طور پر محال سمجھتے تھے۔

چناں چہ ایسی صورت میں انسانیت کا تقاضا ہوا کہ اللہ کی رحمت ایک ایسی "کتاب" کی صورت پر ظاہر ہونی چاہیے، جو ربّ العالمین کی طرف سے نازل کی گئی ہو اور درجِ ذیل صورتوں میں اُس کی تعظیم کرنا لازم ہو:

- یہ کہ اُس کو توجہ سے سنا جائے اور جب اُس کی تلاوت کی جائے تو خاموش رہے۔
- اور یہ کہ اُس کے احکامات پر فوراً عمل کیا جائے، جیسے سجدۂ تلاوت کرتے ہی فوراً سجدہ کیا جائے اور تسبیح پڑھنے کا حکم پورا کیا جائے۔
- اور یہ کہ قرآن حکیم کو بغیر وُضو کے نہ چھُوا جائے۔)

اس طرح قرآن حکیم اور اُس کے متعلقات انسانیت کے لیے ایسے شعائر میں سے ہوگئے کہ جس کے نتیجے میں اللہ سے سچا تعلق قائم ہوتا ہے اور اُس کی رحمت کی بارش

(1) حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب تعظيم شعائر الله، ج:1، ص:209-210۔

www.rahimia.org

تلاوت کرنے والے پر ہوتی ہے۔

2۔ کعبہ کے شعائر میں سے ہونے کی حقیقت

کعبہ کے شعائر ہونے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

”وأمّا الكعبةُ : فكان النّاس في زَمَن إبراهيم – عليه السّلام – تَوغّلُوْا في بِناء المعابد والكنائس باسم روحانيّة الشّمس وغيرها مِن الكواكب، وصار عندهم التّوجُّه إلى المجرَّد غير المحسوس بدون هَيكلٍ يُبنٰى باسمه، يكون الحلولُ فيه، والتّلبُّس به تقرُّبًا منه، أمرًا محالًا تدفعه عقولُهم بادى الرّأي. فاستوجب أهلُ ذٰلك الزّمان: أن تظهرَ رحمةُ الله بهم في صورةِ بيتٍ يَطُوْفون به، ويتقرّبون به إلى الله، فدُعُوا إلى البيت وتعظيمه.

ثُمّ نشأ قرنٌ بعد قرنٍ علىٰ علم أنّ تعظيمَه مُساوَقٌ لتعظيم الله، والتّفريط في حقّه مُساوَقٌ للتّفريط في حقّ الله، فعند ذٰلك وجب حجُّه، وأمِرُوا بتعظيمه، فـ :

- منه: ألا يطوفوا إلا متطهّرين،
- ومنه: أن يستقبلوها في صلاتهم، وكراهية استقبالها واستدبارها عند الغائط“.(1)

(جہاں تک کعبہ کے 'شعائر میں سے ہونے کا تعلق ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں لوگ سورج وغیرہ ستاروں کی روحانیت کے نام پر عبادت

(1) حُجّةُ اللّٰہِ البالِغه، باب تعظیم شعائر الله، ج:1، ص:210۔

www.rahimia.org

گاہوں اور کنیسوں کو بنانے میں بہت زیادہ مبالغہ کرنے لگے تھے۔ اُن کے نزدیک غیر محسوس ماورائے مادہ چیزوں کی روحانیت کی طرف توجہ کے لیے ضروری تھا کہ اُن کے نام پر عمارت بنائی جائے، جس میں اُن کی روحانیت اُترے اور وہاں بیٹھ کر اُس کا قرب حاصل کیا جائے۔ اس لیے کہ جس چیز کی طرف اُن کی عقلیں ظاہری طور پر متوجہ کرتی تھیں، اُن کے بغیر اُس روحانیت کی طرف توجہ کرنا محال ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے والے لوگوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اللہ کی رحمت اُن پر ایک ''بیت'' کی صورت میں ظاہر ہو، جس کا وہ طواف کریں اور اس کے ذریعے سے اللہ کا قرب حاصل کریں۔ چناں چہ انھیں ایک ''بیت'' اور اُس کی تعظیم کی طرف دعوت دی گئی۔ پھر ہر ایک صدی کے بعد دوسری صدی میں یہ بات علمی طور پر پروان چڑھ گئی کہ اس بیت اللہ کی تعظیم، اللہ کی تعظیم کا ذریعہ ہے اور اُس کے حق میں کمی اور کوتاہی کرنا اللہ کے حق میں کمی اور کوتاہی کرنے کے برابر ہے۔ پس ایسی صورت میں اُس کا حج واجب ہو گیا اور انھیں اُس کی تعظیم کا حکم دیا گیا کہ:

- وہ اچھی طرح پاک ہوئے بغیر اُس کا طواف نہیں کریں گے۔
- اور یہ کہ اپنی نمازوں میں اُس کی طرف رُخ کریں گے۔
- اور بیت الخلا کے استعمال کے وقت اُس کی طرف چہرہ اور پُشت نہیں کریں گے۔)

اس طرح انسانیت میں کعبۃ اللہ ایسا شِعار بن گیا کہ جس کا حج اور طواف کرنا اور نماز میں اُس کی جانب رُخ کر کے اُس کی تعظیم کرنا تقربِ بارگاہِ الٰہی کا ذریعہ بن گیا۔

www.rahimia.org

3۔ ”النّبی“ کے شعائر میں سے ہونے کی حقیقت

جہاں تک ”النّبی“ کے شعائر میں سے ہونے کا تعلق ہے، اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں:

”وأمّا النّبي: فلم يُسَمَّ مُرسَلًا إلّا تشبيهًا برُسُل المُلوك إلىٰ رعاياهم، مُخبرين بأمرهم ونهيِهم، ولم يُوجَب عليهم طاعتُهم إلّا بعد مُساوَقة تعظيمهم لتعظيم المُرسِل عندهم، فمِنْ تعظيم النبيّ:

- وجوب طاعته،
- والصّلاة عليه،
- وترك الجهر عليه بالقول“.[1]

(جہاں تک ”نبی“ کے ’شعائر میں سے ہونے کا تعلق ہے، تو انھیں مرسَل (پیغمبر) اس لیے نام دیا گیا ہے کہ رسولوں کی مشابہت بادشاہوں کے رعایا کے نام پیغام لانے والوں کے ساتھ مشابہت سے تعلق رکھتی ہے کہ جو اُن بادشاہوں کے احکامات اور منع کردہ اُمور کی خبر دیتے ہیں۔ اب بادشاہوں کی اطاعت اُس وقت تک پوری نہیں سمجھتے، جب تک کہ وہ اُن پیغام لانے والوں کی تعظیم کو بادشاہ کی تعظیم کی طرح اہم نہ سمجھیں۔

چناں چہ ”نبی“ کی تعظیم ضروری ہے:

- کہ اُن کے احکامات کی اطاعت اور فرماں برداری واجب ہے۔
- اُن پر دُرود و سلام پڑھنا لازمی ہے۔
- اور اُن کے حضور میں بلند آواز سے بات نہیں کرنا چاہیے۔)

---

(1) حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب تعظیم شعائر الله، ج:1، ص:210۔

www.rahimia.org

اس طرح لوگوں میں رسول ﷺ ایسے شعائر میں سے ہیں کہ اُن کی تعظیم گویا اللہ کی تعظیم کرنا ہے۔ اُن پر درود و سلام بھیج کر اُن کے حضور ادب و احترام اختیار کرنا شہنشاہِ مطلق ذاتِ باری تعالیٰ- جس نے انھیں رسول بنا کر بھیجا- کی تعظیم کرنا ہے۔

4۔ "الصّلاۃ" کے شعائر میں سے ہونے کی حقیقت

نماز کے شعائر اللہ میں سے ہونے کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وأمّا الصّلاة : فيُقصَدُ فيها التّشبيه بحال عَبِيْد المَلِك عند مُثُولهم بين يديه، ومُناجاتهم إيّاه، وخُضوعهم له.

ولذٰلك وجب تقديمُ الثّناء على الدُّعاء ومؤاخذةُ الإنسان نفسَه بالهيآت الّتي يجب مُراعاتُها عند مناجاة المُلوك مِن ضمّ الأطراف وترك الالتفات، وهو قوله ﷺ: "إذَا صَلّٰى أحَدُكم فإنّ اللهَ قِبَل وَجْهِه"[1]، والله أعلم"۔[2]

(جہاں تک نماز کے شعائر ہونے کا تعلق ہے تو نماز پڑھنے میں یہ مقصود ہوتا ہے کہ آدمی بادشاہوں کے غلام کی حالت اختیار کرے جب وہ اُن کے سامنے ادب سے بالکل سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے، انھیں کے سامنے مناجات

(1) "سنن ابو داؤد" میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ: "بَيْنَمَا رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمًا إِذْ رَأٰى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ، فَتَغَيَّظَ عَلَى النَّاسِ، ثُمَّ حَكَّهَا، قَالَ: وَأَحْسَبُهُ قَالَ: فَدَعَا بِزَعْفَرَانٍ فَلَطَّخَهُ بِهِ، وَقَالَ ﷺ: "إِنَّ اللهَ قِبَلَ وَجْهِ أَحَدِكُمْ إِذَا صَلّٰى، فَلَا يَبْزُقْ بَيْنَ يَدَيْهِ"۔ (سنن ابو داؤد، كتاب الصلاة، باب في كراهية البزاق في المسجد، حدیث:479)

(2) حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب تعظيم شعائر الله، ج:1، ص:210۔

www.rahimia.org

کرتا ہے اور انھیں کے سامنے خشوع و خضور کا اظہار کرتا ہے۔ اسی لیے نماز میں اللہ تعالیٰ کی "ثنا" کو "دعا" (سورۃ الفاتحہ) پر مقدم کرنا ضروری ہے۔ اور انسان کا اپنے نفس کو اُن کیفیات اور ہیئات کی رعایت کے ساتھ وابستہ رکھنا واجب ہے، جن کیفیات اور ہیئات کی رعایت بادشاہوں کے سامنے گفتگو کے دوران رکھی جاتی ہے، مثلاً ہاتھ باندھنا اور اِدھر اُدھر توجہ نہ کرنا۔ اور یہی مطلب ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا کہ:

"جب تم میں سے کوئی آدمی نماز پڑھے تو یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ بالکل اس کے سامنے ہے"۔)

ان چاروں شعائر کا باہمی ربط اور تعلق

ان چاروں شعائر کے درمیان باہمی ربط اور تعلق بہت گہرا ہے۔ ان چاروں کے باہمی ربط کو واضح کرتے ہوئے امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

"مثالُ ذٰلك إذا قام رجُلٌ يبُثُّ تعاليمَ الملإِ الأعلىٰ في النّاس، فإنّ هٰذا الرّجل يقال له: "رسول الله"، وتلك التّعاليم إذا كانتْ مكتوبةً في كتابٍ يُسمّٰى: "كتاب الله"، والمكان الّذي يختاره رسول الله لتعليم كتاب الله، هو "بيت الله"، ثُمّ هٰؤلآء الثّلاثة مِن شعائر الله، والهيئة الّتي تتخرّج مِن ذٰلك التّعليم بواسطة ذٰلك الرّسول في ذٰلك المكان تسمّٰى: "صلاة"، فالصّلاة الّتي أُقيمتْ بذٰلك التّعليم هي مِن شعائر الله؛ لأنّ المقصود مِنْ ذٰلك التّعليم إنّما هو هٰذا"۔[1]

---

(1) إلهام الرّحمٰن في تفسير القرآن (عربی) از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مع تحقیق: مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ، ج:1، ص:189، طبع حیدر آباد، سندھ۔

www.rahimia.org

(ان چاروں شعائر کو اس مثال سے سمجھا جاسکتا ہے کہ:
1۔ جب کوئی فرد (یعنی نبی) اللہ کے حکم سے ”ملاءِ اعلیٰ“ کی تعلیم دنیا میں قائم کرنے کے لیے اُٹھ کھڑا ہو تو اس شخصیت کو ”رسول اللّٰہ“ کہا جاتا ہے۔
2۔ ملاءِ اعلیٰ کی الٰہی تعلیمات جس کتاب میں لکھی ہوئی ہوں تو اُسے ”کتاب اللّٰہ“ کہا جاتا ہے۔ 3۔ وہ مکان اور جگہ، جسے ”رسول اللّٰہ“ نے ”کتاب اللّٰہ“ کی تعلیم کے لیے اپنا مرکز بنایا، ”بیت اللّٰہ“ کہلاتا ہے۔ 4۔ پھر یہ تینوں اللہ کے شعائر اور ”کتاب اللّٰہ“ کی اساس پر ”بیت اللّٰہ“ میں ”رسول اللّٰہ“ کی تعلیم سے جو جامع عملی شکل اور ہیئت پیدا ہوتی ہے، اسے ”الصّلاۃ“ کہا جاتا ہے۔[1] اس تعلیم سے جو نماز قائم کی جاتی ہے، وہ بھی شعائر اللہ میں سے ہے، اس لیے کہ اس تعلیم کا مقصد یہی ہے۔)

کعبہ سے متعلق شعائر اللہ میں: حجِ بیت اللہ

دینِ اسلام میں بنیادی شعائر یہی چار ہیں اور پھر ہر ایک کے ذیل میں بہت سے شعائر وابستہ ہیں، جنھیں دیکھ کر اللہ سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ دنیا بھر کی انسانیت میں دینِ اسلام کی تعلیمات پھیلانے کا مرکز بیت اللہ الحرام ہے اور اس سے وابستہ:

(الف) زمان: جیسا کہ یوم الترویہ، یومِ عرفہ، ایامِ نحر،

(ب) اور مکان: جیسا کہ صفا، مروہ، منیٰ، مُزدلفہ، میدانِ عرفات وغیرہ۔

(ج) اور مناسک: طوافِ بیت اللہ، صفا و مروہ کے درمیان سعی، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں جمع ہونا وغیرہ

(1) آپ ﷺ نے فرمایا: ”صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّيْ“ (صحیح بخاری، حدیث: 6008) (تم نماز ایسے پڑھو، جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے)۔

www.rahimia.org

بھی شعائر اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حج کی حقیقت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اعلم ! أنّ حقيقةَ الحجِّ اجتماعُ جماعةٍ عظيمةٍ مِن الصّالحين في (أ) زمانٍ: يُذكِّرُ حالَ المنعَم عليهم مِن الأنبياء والصّدِّيقِين، والشُّهَداء والصّالحين، (ب) ومكانٍ: فيه آياتٌ بيّناتٌ، قد قَصَدَه جماعاتٌ مِن أئمّة الدّين، معظّمين لشعائر الله، ومُتضرِّعين، راغبِيْن وراجين مِن الله الخير، وتكفير الخطايا؛ فإنّ الهِمَمَ إذا اجتمعتْ بهٰذه الكيفيّة لا يتخلّف عنها نزول الرّحمة والمغفرة"۔[1]

(جاننا چاہیے کہ حج کی حقیقت یہ ہے کہ صالحین کی ایک عظیم جماعت کا ایک زمانے (یومِ عرفہ) میں اجتماع ہونا، جس میں انعام یافتہ لوگوں؛ انبیا علیہم السلام، صدیقین، شہدا اور صالحین کی حالت کو یاد کیا جائے۔ اور ایسی جگہ اور مکان میں یہ اجتماع ہو کہ جس میں اللہ کی واضح نشانیاں موجود ہیں اور اُس جگہ کی طرف دین کے بڑے ائمہ کی جماعتوں نے اللہ کے شعائر کی تعظیم کرتے ہوئے، اللہ کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے، اس سے خیر کی اُمید اور رغبت رکھتے ہوئے اور اُس سے گناہوں کی معافی کے ارادے سے سفر اختیار کیا ہو۔ اس لیے کہ جب انسانوں کی ہمتیں اس کیفیت کے ساتھ کسی جگہ جمع ہوتی ہیں تو وہاں اللہ کی رحمت اور مغفرت کا نزول ضرور ہوتا ہے۔)

امامِ انقلاب حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ حجِ بیت اللہ اور اُس سے وابستہ صفا و مروہ کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(1) حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، باب أسرار الحجّ، ج:1، ص:221-222۔

www.rahimia.org

"یہ "بیت اللّٰہ" وہی ہے، جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حنیفیت کی تعلیم کے لیے اپنے مرکز کے طور پر قائم کیا۔ یہ شعائر اللہ میں سے ہے۔ "بیت اللّٰہ" کے قریب "صفا" اور "مروہ" دو پہاڑ ہیں۔ ان دونوں مقامات کی (تحریکِ حنیفیت اور) "بیت اللّٰہ" کی تاریخ میں ایسی بڑی عظمت ہے، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

"مروہ" وہ مقام ہے، جس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مروہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ میں فرمایا تھا کہ: "یہ قربان گاہ ہے"۔ جیسا کہ "مُوَطّأ امام مالك" سے ثابت ہے۔[1] اس لیے "مروہ" بھی شعائر اللہ میں سے ہے۔

جہاں تک "صفا" کا تعلق ہے، اگرچہ اس کی تاریخ ہم بھول گئے ہیں، البتہ غالب گمان یہ ہے کہ "صفا" کی تاریخی عظمت اس حوالے سے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پر کھڑے ہوکر لوگوں کو حج کی دعوت دی تھی۔ یعنی حنیفی تحریک کی تعلیم دی تھی۔

اس کی تاریخ کے حوالے سے ہم اپنے نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا یہ واقعہ بھی جانتے ہیں کہ: "جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت "أَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ"[2] (آپ اپنے قبیلہ قریش کو ڈرائیے) نازل ہوئی تو

---

(1) "مُوَطّأ إمام مالك" میں ہے: "أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ لِمِنًى: "هٰذَا الْمَنْحَرُ، وَكُلُّ مِنًى مَنْحَرٌ". وَقَالَ فِي الْعُمْرَةِ: "هٰذَا الْمَنْحَرُ – يَعْنِي: الْمَرْوَةَ – وَكُلُّ فِجَاجِ مَكَّةَ، وَطُرُقِهَا مَنْحَرٌ". (مُوَطّأ إمام مالك، باب ما جاء في النّحر في الحجّ، حدیث:1166، تحقيق: الدّكتور بشّار عوّاد معروف، طبع: دار العرب الإسلامي، الطّبعة الثّانية:1997ء)

(2) 26– الشعراء:214۔

www.rahimia.org

آپ ﷺ "صفا" پر کھڑے ہوئے۔ اور اپنے قبیلے کو پکارا: "اے بنی عبدالمطلب! اے بنی عبدِ مناف!" اس پر ابولہب نے کھڑے ہو کر آپؐ کا انکار کیا"۔ یہ واقعہ دعوتِ قرآنی کی تحریک میں اپنا ایک اہم مقام رکھتا ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اس مقام پر کھڑے ہو کر ایک دفعہ اس پہاڑ کی طرف اشارہ کیا، جو صفا کے بالمقابل تھا اور فرمایا کہ: "اگر مَیں تمھیں یہ بتلاؤں کہ ایک بہت بڑا لشکر اس وادی میں تم پر حملہ آور ہونے کو ہے، کیا تم میری تصدیق کروگے؟" تو لوگوں نے کہا تھا: "ہاں! اس لیے کہ ہمیں آپ کے بارے میں سوائے بھلائی کے اور کوئی تجربہ نہیں"۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ: "مَیں تمھیں بڑے سخت عذاب کی خبر دیتا ہوں"۔ (1)

چناں چہ فتح مکہ کے دن نبی اکرم ﷺ کا لشکر اسی وادی کی طرف سے حملہ آور ہوا اور جنھوں نے اس دن انکار کیا تھا، وہ مسلمان ہوئے اور آپ ﷺ سے اس حال میں بیعت کی، جب کہ آپؐ صفا پر اُسی جگہ کھڑے تھے۔ اور

---

(1) یہ واقعہ "صحیح بخاری" میں ان الفاظ کے ساتھ ہے: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ – رضي الله عنهما – قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" صَعِدَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى الصَّفَا، فَجَعَلَ يُنَادِي: "يَا بَنِي فِهْرٍ، يَا بَنِي عَدِيٍّ" لِبُطُونِ قُرَيْشٍ، حَتَّى اجْتَمَعُوا، فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَم يَستَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ، فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ ﷺ: "أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ، أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟" قَالُوا: نَعَم! مَا جَرَّبْنَا عَلَيكَ إِلَّا صِدْقًا، قَالَ ﷺ: "فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُم بَينَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ". فَقَالَ أَبُو لَهَبٍ: تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ، أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا؟! فَنَزَلَتْ: "تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ، مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ". (الجامع الصّحيح للبخاري، كتاب التّفسير، سورة الشُّعَراء، حديث: 4770)

www.rahimia.org

جب انقلابِ مکہ کا ظہور ہوا تو اسی پہاڑ پر کھڑے ہو کر آپ ﷺ نے یہ دعا مانگی: "الحمد للّٰه الّذي أنْجَزَ وعدَه، ونَصَرَ عبدَه، وهزم الأحزاب كُلَّه"[1] (سب تعریفیں اسی خدا کے لیے ہیں، جس نے اپنا (غلبے کا) وعدہ پورا کر دیا، اپنے بندے کی امداد کی اور تمام باطل جماعتوں کو شکست دی)۔[2]

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے یہ شعائر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حنیفی تحریک کی ان اساسیات میں سے ہیں، جنھیں قائم کرنا ازبس ضروری ہے۔ اس سے دینِ حنیف کو دنیا میں غالب کرنے والی جماعت انبیا علیہم السلام اور صحابہ کرام -رضوان الله عليهم أجمعين- کے نظریۂ فکر و عمل اور جہد و کردار کی پوری تاریخی عظمت ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ اور یوں نوعِ انسانیت کو کامیاب بنانے کا شعور پیدا ہوتا ہے۔

ان شعائر کی اساس پر ماہِ ذی الحجہ کی اہمیت اور اہم اعمال

اسی حوالے سے ملّتِ ابرہیمیہ حنیفیہ کے انبیا علیہم السلام کی سُنّت کو زندہ کرنے کے لیے ذی الحجہ کے ماہِ مبارک میں کئی عبادات و فرائض 'شعائرِ دین میں سے قرار دیے گئے ہیں۔ چناں چہ:

1۔ تمام صاحبِ استطاعت مسلمانوں پر پوری زندگی میں ایک دفعہ اس ماہِ مبارک میں حجِ بیت اللہ الحرام کو فرض قرار دیا گیا۔

2۔ ۱۰/ ذی الحجہ عید الاضحیٰ کے دن دو رکعت نمازِ عید الاضحیٰ پڑھنا واجب قرار

---

(1) مسند إمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب - رضي الله عنهما - ، حدیث:4926۔

(2) إلهام الرّحمٰن في تفسير القرآن، از مولانا سندھیؒ، ج:1، ص:189-190۔

www.rahimia.org

دیا گیا۔

3۔ اسی طرح مقیم اور صاحبِ نصاب مال دار پر دسویں ذی الحجہ سے لے کر بارہویں ذی الحجہ تک جانور کی قربانی کرنا واجب کیا گیا۔

4۔ عشرۂ ذی الحجہ (ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں) میں ذکر اللہ اور عبادات وطاعات وغیرہ اعمالِ صالحہ کی فضیلت واہمیت وارد ہوئی ہے۔

5۔ ایامِ تشریق (نویں ذی الحجہ سے تیرہویں ذی الحجہ تک) میں ہر باجماعت فرض اور واجب نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیر تشریق کہنا واجب قرار دیا گیا ہے، یعنی:

"اللّٰہُ أکْبَر اللّٰہُ أکْبَر، لَا إلٰهَ إلَّا اللّٰہُ،
واللّٰہُ أکْبَرَ اللّٰہُ أکْبَر وَلِلّٰہِ الْحَمْد"۔

ان اُمور پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں دینِ حنیفی کے ماننے والے مسلمانوں کی ایک ایسی اجتماعیت قائم ہوتی ہے، جو شعائرِ دین پر عمل کر کے ایک طرف اپنے قلوب میں ذاتِ باری تعالیٰ کی عظمت ومحبت اور عشق پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے تو دوسری طرف اعلیٰ مقاصد کے لیے قربانی پیش کرنے اور خدمتِ انسانیت پر مبنی غلبۂ دین کے مظاہر سامنے آتے ہیں۔

عیدَین؛ شعائر اللہ میں سے ہیں

حج بیت اللہ کے شعائر کے ساتھ وابستہ ایک اہم مَنْسَك اور عبادت اللہ کے راستے میں جانور قربان کرنا ہے۔ جو لوگ حجِ بیت اللہ کے لیے نہ جا سکیں، تو وہ اپنی اپنی جگہ پر اللہ کی راہ میں اپنا محبوب جانور ذبح کریں۔ اور اس طرح اللہ کے شعائر میں سے قربانی کے ذریعے تقرب الی اللہ حاصل کریں۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی – قُدِّسَ سِرُّہ–

www.rahimia.org

عیدَین کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”الأصلُ فيهما: أنّ كلَّ قومٍ لهم يومٌ يتجمّلون فيه، ويخرجون مِن بلادهم بزينتهم، وتلك عادةٌ لا ينفكُّ عنها أحدٌ مِن طوائفِ العَرَب والعجم؛ وقَدِم النّبيّ ﷺ المدينةَ، ولهم يومان يلعبون فيهما، فقال: ”ما هٰذان اليومان؟“ قالوا: كُنّا نلعب فيهما في الجاهليّة، فقال ﷺ: ”قد أبدلكم الله بهما خيرًا منهما: يومَ الأضحٰى ويومَ الفطر“.[1]

قيل: هما: النَّيروز والمهرجان، وإنّما بدَّلَ: لأنّه ما مِن عيدٍ في النّاس إلّا وسببُ وُجوده تنويهٌ بشعائر دينٍ، أو موافقةُ أئمّةِ مذهبٍ، أو شيءٌ مِمَّا يُضاهيْ ذٰلك، فخشيَ النّبيّ ﷺ - إن تركهم وعادَتهم - أن يكون هنالك تنويهٌ بشعائر الجاهليّة، أو ترويجٌ لسُنّة أسلافها، فأبدلهما بِيَومَين؛ فيهما تنويهٌ بشعائر الملّة الحنيفيّة، وضمّ مع التّجمُّل فيهما ذكرَ الله، وأبوابًا مِن الطّاعة، لئلّا يكونَ اجتماعُ المسلمين بمحضِ اللّعب، ولئلّا يخلوا اجتماع منهم مِن إعلاء كلمة الله“۔[2]

(1) سنن ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ”قَدِمَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا، فَقَالَ ﷺ : ”مَا هٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟“ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: ”إِنَّ اللهَ قَدْ أَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمَ الْأَضْحٰى، وَيَوْمَ الْفِطْرِ“. (سنن ابوداود، في تفريع أبواب الجُمُعة، باب صلاة العيدين، حديث:1134)

(2) حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، العيدان، ج:2، ص:99۔

www.rahimia.org

(عیدَین کے بارے میں اصل بات یہ ہے کہ دنیا کی ہر قوم کا ایک دن ہوتا ہے، جس میں وہ اچھے کپڑے پہن کر تیار ہوتے ہیں اور اپنی زیب و زینت کر کے اپنے گھروں سے باہر نکلتے ہیں۔ یہ ایک ایسی عادت کہ عرب و عجم کی جماعتوں میں سے کوئی بھی اس سے الگ نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو وہ بھی دو دن کھیل کُود کیا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ: "یہ دو دن کیا ہیں؟" لوگوں نے کہا کہ: ہم جاہلیت کے زمانے میں ان دنوں میں کھیل تماشے کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "تمھارے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں کو ان سے بہتر دنوں میں تبدیل کر دیا ہے اور وہ "یوم الاضحیٰ" اور "یوم الفطر" ہے۔

کہا جاتا ہے کہ مدینہ والوں کے یہ دو دن "نَیروز" اور "مہرجان" کے دن تھے۔ ان کو تبدیل اس لیے کیا گیا کہ انسانوں میں عید کا سبب اپنے دین کے شعائر کی عظمت ہوتا ہے، یا اپنے مذہب کے رہنماؤں کی موافقت یا اسی کے مشابہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کو یہ خدشہ محسوس ہوا کہ اگر ان کو جاہلیت کی عادت پر ایسے ہی چھوڑ دیا تو جاہلیت کے شعائر کی عظمت ان کے ہاں پیدا ہوگی، یا اُن کے گزشتہ گزرے ہوئے لوگوں کے (فرسودہ) طریقۂ کار کو رائج ہونے کا موقع ملے گا۔

آپ ﷺ نے ایسے دونوں مواقع کو ان دنوں سے بدل دیا کہ جن دنوں میں ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ کے شعائر کی عظمت ہوتی ہے اور اچھے لباس پہن کر تیار ہونے کے ساتھ اللہ کا ذکر شامل کر دیا اور کچھ اللہ کی فرماں برداری کے ابواب داخل کر دیے، تاکہ مسلمانوں کا اجتماع محض کھیل کود بن کر نہ رہ جائے۔ اور مسلمانوں کا اجتماع اللہ کے دین کے غلبے کی جدوجہد سے خالی نہ رہے۔)

www.rahimia.org

عید الاضحیٰ کی اہمیت

ملتِ ابراہیمیہ حنیفیہ میں عید الاضحیٰ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

"والثّاني (عيد الأضحٰى): يومُ ذَبْحِ إبراهيمَ ولدَه إسماعيل – عليهما السّلام – وإنعامِ الله عليهما، بأن فَداه بِذِبحٍ عظيمٍ، إذْ فيه تذكُّر حالِ أئمّةِ الملّة الحنيفيّة والاعتبار بهم في بذل المُهَج والأموال في طاعة الله، وقوّة الصبر، وفيه تشبُّهٌ بالحاجّ وتنويهٌ بهم، وشوقٌ لِمَا هُم فيه، ولذٰلك سُنَّ التّكبير، وهو قوله تعالى: "وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰاكُمْ".[1]
يعني: شُكرًا لِمَا وفّقكم للصّيام، ولذٰلك سُنّ الأضحية والجهر بالتّكبير أيّامَ مِنٰى، واستُحِبّ تركُ الحلق لمن قصد التّضحية، وسُنّ الصّلاة والخُطبة؛ لئلّا يكون شيءٌ مِن اجتماعهم بغير ذكر الله وتنويهِ شعائر الدّين".[2]

(دوسرا عید الاضحیٰ کا تاریخی دن ہے، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی خاطر قربان کرنے کے لیے پیش فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں انعام کے طور پر "ذبحِ عظیم" کا فدیہ عطا فرمایا۔ اس لیے کہ عید الاضحیٰ کے دن قربانی کرنے میں ملّتِ حنیفیہ کے اماموں (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے حالات

---

(1) 2–البقرہ:185۔

(2) حُجّةُ اللّٰهِ البالِغه، العیدان، ج:2، ص:100۔

www.rahimia.org

وکیفیات کو سمجھنا ہوتا ہے، کہ انھوں نے کس جرأت و ہمت سے اپنی جان اور اپنا مال اللہ کی اطاعت کے لیے پیش کیا اور اس پر صبر و استقامت ظاہر فرمائی، اسے سمجھنا اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا جذبہ بیدار کرنا ہوتا ہے۔
پھر اس دن میں حاجیوں سے بھی مشابہت اختیار کرنا، اُن کی عظمت پیدا کرنا اور وہ جس حالت اور مقام پر ہیں، اُن کی طرف شوق ظاہر کرنا پایا جاتا ہے۔
اسی لیے تکبیر کو مسنون قرار دیا گیا اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ: ”تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو، جیسا کہ تمھیں ہدایت دی گئی ہے“۔ یعنی: شکر ادا کرو کہ جو تمھیں اللہ نے روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔
اسی لیے مِنیٰ کے دنوں (یعنی: ایامِ تشریق) میں قربانی کرنے اور بلند آواز سے تکبیر کہنے کو مسنون قرار دیا گیا۔ اور جس آدمی نے قربانی کرنی ہو، اس کے لیے مستحب قرار دیا گیا کہ وہ اپنے بالوں کو نہ کاٹے۔ اور پھر ان عیدَین میں نماز اور خطبے کا حکم دیا گیا، تاکہ مسلمانوں کے اجتماع میں سے کوئی چیز اللہ کے ذکر اور دین کے شعائر کی عظمت کے بغیر نہ ہو۔)

تربیت اور تزکیے کے حوالے سے قربانی کی اہمیت

ماہِ ذی الحجہ میں دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ تک کے دنوں کا سب سے بڑا نیک عمل قربانی کرنا ہے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

”عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: ”مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّهَا لَتَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا، وَأَشْعَارِهَا، وَأَظْلَافِهَا، وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ

www.rahimia.org

قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الْأَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا"۔ [1]

(حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "آدم کی اولاد کا کوئی عمل، اس عمل سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں، جو وہ قربانی کے دن، قربانی کا جانور ذبح کر کے اور اس کا خون بہا کر کرتا ہے۔ بے شک قربانی کے جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ پیش ہوں گے۔ اور بے شک قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو جاتا ہے (اور قبول کر لیا جاتا ہے)۔ پس لوگو! خوش دلی سے قربانی کیا کرو!۔)

حضرت ابرہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سُنّت ادا کرتے ہوئے ماہِ ذی الحجہ میں قربانی کرنا بڑا اونچا عمل ہے۔ اس ایک عمل صالح میں تربیت و تزکیے کے بے شمار پہلو ہیں۔ انسان اپنی جان کے بدلے میں قربانی دے کر اپنے ہر ہر عضو اور اَنگ اَنگ سے بارگاہِ الٰہی کے حضور' عبودیت اور فَدویت کا اظہار کرتا ہے۔ اس طرح دین کے اعلیٰ مقاصد کے لیے جان تک قربان کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ اس سے خواہشاتِ نفسانی ٹوٹتی ہیں۔ اپنی جان کا فدیہ اللہ کے حضور پیش کر کے حُبِّ جاہ (نفسانی شہرت کی محبت، جو نفس کے تکبر اور غرور سے پیدا ہوتی ہے) پر چوٹ لگتی ہے۔ اپنے مال کو اللہ کی راہ میں قربان کر کے اور محتاجوں میں تقسیم کر کے حُبِّ مال (سرمایہ پرستی) ختم ہوتی ہے۔ چوں کہ اس سے بد اَخلاقی پر مبنی عادتوں کا خاتمہ ہوتا ہے اور عمدہ اَخلاق جنم لیتے ہیں، اس لیے سچے جذبے کے ساتھ دی جانے والی قربانی کے ہر ایک بال کے بدلے میں ایک خُلقِ حسن پیدا ہوتا ہے اور انعامِ الٰہیہ سے مستفید ہوتا ہے۔

---

(1) رواه التّرمذي، حديث:1493، وابن ماجه، حديث:3126۔

www.rahimia.org

قربانی سے دلوں کا تقویٰ مطلوب ہے

جانور کی قربانی سے محض اس کا خون بہانا اور گوشت کھانا ہی مطلوب نہیں، بلکہ انسانی قلوب کا تقویٰ اللہ کو مطلوب ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

”لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ “۔[1] (اللہ تعالیٰ کے یہاں قربان کیے ہوئے جانوروں کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، لیکن اللہ کے حضور تمھارے دلوں کا ادب اور تقویٰ پہنچتا ہے۔)

دینِ اسلام کے ہر حکم پر صحیح عمل کرنے کے نتیجے میں انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے، اور تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر سے بُرے اَخلاق اور غلط اعمال وافعال ختم ہوں۔ اور اچھے اخلاق، عمدہ رویے اور درست اعمال وافعال پیدا ہوں۔ انسان کی نیت درست ہو۔ اور بد نیتی پر مبنی منفی سوچ اور غلط رویے اور بُرے اعمال ختم ہوں۔ یوں دین کے تمام اعمالِ صالحہ ‘ظاہر وباطن کا ادب اور ان کے تزکیے وتربیت کا کام کرتے ہیں۔

ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی اہمیت

جس طرح ماہِ رمضان انسانی قلوب کی تربیت وتزکیے میں بڑا اکسیر ہے اور اس کے اختتام پر عید الفطر انعامِ الٰہی کے دن کے طور پر منائی جاتی ہے، اسی طرح ماہِ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن انفرادی اور اجتماعی طور پر انسان کی ظاہری اور باطنی تربیت و تزکیے کے دن ہیں۔ اس ماہِ مبارک میں جہاں صاحبِ استطاعت لوگ حج جیسی عظیم عبادت ادا کرتے ہیں، وہاں باقی مسلمان بھی اس ماہ کے آغاز کے دس دنوں میں عبادات و طاعات میں مشغول رہ کر بڑے فوائد و ثمرات حاصل کرسکتے ہیں۔ چناں چہ شریعتِ مطہرہ میں عشرۂ

---

(1) 22–الحج:37۔

www.rahimia.org

ذی الحجہ (ماہِ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں) کی بڑی فضیلت اور اہمیت ہے۔ ان ایام میں کی گئی عبادات کے فوائد و ثمرات اور اجر و ثواب بہت زیادہ ہے۔

عشرۂ ذی الحج کے فضائل سے متعلق احادیث

1۔ پہلی حدیث: حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

"عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "مَا مِنْ أَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ" فَقَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ ! وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: "وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَيْءٍ"۔ (1)

(حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نیک عمل کیے گئے دنوں میں سے کوئی دن اللہ تعالیٰ کو اتنے پسندیدہ نہیں ہیں، جتنے ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اللہ کو محبوب ہیں"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جہاد فی سبیل اللہ والے دن بھی اتنے پسندیدہ نہیں ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جہاد فی سبیل اللہ والے دن بھی ان دنوں کے برابر نہیں ہیں۔ ہاں! البتہ اگر کوئی جہاد کرنے والا اپنی جان اور اپنا مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلا اور انھیں واپس لے کر نہ لوٹا (یعنی جان قربان کر دی اور شہید ہو گیا اور مال دین کے غلبہ کے لیے خرچ کر دیا۔)

اس حدیثِ مبارک سے معلوم ہوا کہ سال بھر کے باقی دنوں میں کوئی عملِ صالح کیا جائے اور اس کے فوائد و ثمرات حاصل ہوں، اگر ایسا "عمل صالح" ذی الحجہ کے ان دس

(1) رواه الترمذي، حدیث: 757، والبُخاري، حدیث: 969۔

www.rahimia.org

دنوں میں کیا جائے تو اس کے نتائج و ثمرات اور اَجر و ثواب بہت بڑھ جاتا ہے۔

اس حدیثِ مبارک میں ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں دین کے تمام اعمالِ صالحہ کو پوری توجہ، فدویت اور رجوع الی اللہ کے ساتھ سرانجام دینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان دنوں کو جہاد فی سبیل اللہ والے دنوں سے بھی زیادہ محبوب قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جہاد ظلم ختم کرنے اور دین اسلام کے عادلانہ نظام کو غالب کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ ان دنوں کے اعمال صالحہ (مناسکِ حج، تعظیم شعائر اللہ اور قربانی وغیرہ) بھی تحریکِ حنیفیت کے عادلانہ اصولِ فطرت کے غلبے کے اظہار کے لیے ہوتے ہیں۔ یہ اعمالِ صالحہ ایسے ہیں کہ جن سے دین اسلام کی بین الاقوامی اجتماعی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے سے ظلم کے خاتمے اور عدل کے غلبے کی جدوجہد کے عزم کا اظہار ہوتا ہے۔

2۔ ایک اَور حدیثِ مبارک میں ارشادِ گرامی ہے:

”مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ“۔(1)

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کوئی دن اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب نہیں کہ جن میں اللہ کی عبادت اور خشوع و خُضوع اختیار کیا گیا ہو، جتنا ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن اللہ کو محبوب ہیں۔ ان میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے فوائد و ثمرات کے برابر ہے۔ ان میں سے ہر رات کی عبادت کے نتائج لیلۃ القدر کے فوائد و ثمرات کے برابر ہیں“۔

اس حدیثِ مبارک میں ان دنوں میں روزے اور قیامِ شب کے انسانی قلوب و

(1) رواه الترمذي، حديث:758، وابن ماجه، حديث:1728۔

www.rahimia.org

احوال پر مرتب ہونے والے نتائج و ثمرات کو بیان کیا گیا ہے۔ گویا ان دنوں کی عبادات انسانی قلوب کا تزکیہ کرنے اور تصفیۂ باطن میں بڑی نتیجہ خیز ہیں۔ ان دنوں میں تھوڑی سی توجہ اور دینی شعور کے ساتھ عمل کرنے سے برے اَخلاق اور رویے جلد ختم ہو جاتے ہیں۔ اچھے اور عمدہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں۔ خواہشاتِ نفسانی پر زد پڑتی ہے۔ حُبِّ مال، حُبِّ جاہ کا بت ٹوٹتا ہے۔ اور اس کی جگہ جان و مال کی قربانی کا جذبہ صادقہ اور اچھے اَخلاق پیدا ہوتے ہیں۔

تقویٰ کے نتائج؛ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اتباع کرنا ہے

ذی الحجہ کے ان ایام میں کیے گئے نیک اعمال کا نتیجہ تقویٰ کی صوت میں نکلنا چاہیے۔ اسی لیے انبیا علیہم السلام سے لے کر آج تک تمام مشائخ کرام انسانی قلوب میں تقویٰ وصلاح پیدا کرنے کے لیے کوشاں رہے ہیں۔ ذکر اللہ سمیت تمام اَوراد و وظائف اور اعمالِ صالحہ اسی لیے کرائے جاتے ہیں تا کہ نیت درست ہو، بارگاہِ خداوندی کا ادب دل میں آجائے، تعلق مع اللہ کا جذبۂ صالحہ بیدار ہو جائے اور دین کے اعلیٰ مقاصد کا شعور و فہم پیدا ہو جائے۔ تقویٰ کے نتیجے میں سب سے اُونچا عمل صالح وہ ہے، جو صحابہ کرام -رضوان اللہ علیهم أجمعين- کی اکثریت نے اپنی زندگی میں اختیار کیا۔ اسے بیان کرتے ہوئے قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ نے فرمایا:

”ذکر اللہ سے آثارِ ذکر پیدا ہوتے ہیں۔ اثنائے ذکر (ذکر کے دوران):

1۔ کسی کو نفل نمازوں سے اُنس ہوتا ہے۔

2۔ کسی کو تلاوت قرآن سے۔

3۔ کسی کو تعلیم و تعلّم سے۔

4۔ کسی کو کسی اور دینی کام سے۔

www.rahimia.org

5۔ کسی کو مفادِ عامہ کے امور اور انتظامِ سیاسی سے (اُنس ہو جاتا ہے) کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر کو اسی سے لگاؤ تھا۔ جس کے ماتحت انھوں نے دنیا میں عدل وانصاف قائم کیا۔ اور رفاہِ عامہ کے کاموں کو سرانجام دیا"۔[1]

الغرض! عشرۂ ذی الحجہ میں اپنی مناسبت و استعداد کے مطابق مذکورہ اعمالِ صالحہ میں سے کسی بھی عمل میں پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ مشغول رہنا، بارگاہِ الٰہی کا ادب پیدا کرنا اور تقویٰ کے حصول کی کوشش کرنا، باقی دنوں کے مقابلے پر اللہ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ چناں چہ درست نظریے اور صحیح دینی شعور کے ساتھ عبادات اور دیگر اعمالِ صالحہ میں مشغول ہونا بہت سے فوائد و ثمرات کو مرتب کرتا ہے۔

قربانی کے دنوں میں جانور ذبح کرنا ضروری ہے

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ قرآن حکیم میں اسے "ذبحِ عظیم"[2] کہا گیا ہے، جو یقیناً جانور کی قربانی سے متعلق ہے۔ محض روپے پیسے اور مال کی قربانی نہیں ہیں۔ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق: "ان ایام میں جانور کی قربانی سے زیادہ اللہ کے ہاں اَور کوئی عمل محبوب نہیں ہے"۔ عیدالاضحیٰ کے دنوں میں جانور کو ذبح کرکے قربانی کی ادائیگی' اللہ کے شعائر میں سے ایک ہے اور شعائر اللہ کی تعظیم کرنا واجب ہے۔

جن لوگوں پر قربانی واجب ہے، شریعتِ مقدسہ کے مطابق ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانور ذبح کریں۔ قربانی کے جانور کی قیمت کسی کو دے دینے سے قربانی کا فریضہ

---

(1) ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، جمع کردہ: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ، ترتیب و تلخیص: حضرت مولانا محمد عبداللہ، بھکر، تحقیق و تخریج: راقم السطور—عُفِيَ عنہ-، ص:292-293، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور، جولائی2014ء۔

(2) 37–الصّافات:107۔

www.rahimia.org

ادا نہیں ہو گا۔ مالی قربانی کے لیے شریعت نے زکوۃ اور صدقاتِ واجبہ اور نافلہ رکھے ہیں۔ غریبوں کی مدد کے لیے الگ سے مالی قربانی کا اجتماعی نظام قائم کیا جانا ضروری ہے۔

کتابِ مقدس قرآن حکیم میں قربانی جیسے شعائر کے مقاصد و اہداف میں دلوں کا تقویٰ اور ادب مطلوب قرار دیا گیا ہے۔[1] شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے اس آیت کے الفاظ: "تَقْوَى الْقُلُوب" کا ترجمہ "دلوں کا ادب" کیا ہے۔ یعنی دل مہذب بن جائے۔ دل کی جذباتیت میں ٹھہراؤ آجائے۔ عقل کے بڑھے ہوئے دنیاوی تفکرات میں اعتدال پیدا ہو جائے۔ نفس کی خواہشات کنٹرول ہو جائیں۔ یہ دلوں کا ادب ہے۔

دلوں کا تقویٰ یہ ہے کہ بڑھی ہوئی خواہش کا سر قلم ہو جائے۔ جانور ذبح کرتے ہی دل پر چھری چلے۔ دل کی خواہشات دم توڑ جائیں۔ ظلم کی سوچ اور نظریہ ختم ہو جائے۔ عدل و انصاف کی سوچ پیدا ہو جائے۔ امن و امان اُس کی زندگی کا حصہ بن جائے۔ بداَمنی کی سوچ اُس کے دل سے کٹ کر گر جائے۔ جیسے ہی خون بہے، جانور پر چھری چلائی جائے تو دل کی یہ تمام چیزیں کٹ کر علاحدہ ہو جائیں۔ قربانی کے جانور کی قیمت ادا کرنے سے ظلم، ناانصافی، قتل و غارت گری اور بداَخلاقی اور نفسانی خواہشات پر چھری نہیں چلتی۔ چناں چہ قیمت ادا کرنے سے قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ اس لیے جانور ذبح کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ اسی لیے ہمارے مشائخ کے ہاں ہمیشہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر اچھے جانوروں کی قربانی اور اُن کے ذبح کا عمدہ اہتمام کیا جاتا رہا ہے۔

جانور ذبح کرنے کی حقیقت اور اہمیت

جانور "ذبح" کرنے کی اصل حقیقت اور اہمیت بیان کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ تحریر فرماتے ہیں:

(1) الحج:22-32۔

www.rahimia.org

”الذّبح: أصلُ الحمدِ: أن تُلحِقَ اللهَ – سبحانه – بإرادتك ما لَحِقَه بالضّرورة الإمكاني، فتُثْبِتُ في صحيفتك، فيكون نافعًا لك في معادك. و ذٰلك: (أ) إمّا قولًا، وقدْ علمتَ السّرّ فيه، إذ القولُ نشأةٌ من نشآت نفسِ الأمر، ظهر فيه الأمورُ قاطبةً، (ب) وإمّا تعظيمًا، فيكون قلبُك وقالبُك كلاهما لله، (ج) وإمّا فعلًا، وهو الذّبحُ فيه: تجعل الرّوح لِما قد ذبحتَ له بإرادتك، وتجعله مصفّاةً مِن الجسد، ويختصّ بالحقيقة الإبراهيميّة، ولذٰلك اتّخذَ إبراهيمُ فيه أسوةً، فعُيّن يومُ النّحر لهٰذه العبادة كما صدر منه يومئذٍ“۔[1]

(جانور کا ذبح کرنا: اللہ تعالیٰ کی حمد دراصل ایسی چیز ہے کہ انسان اللہ سبحانہ سے اپنے ارادے کے ساتھ امکانی تقاضے کے مطابق جُڑ جائے۔ پس یہ بات اپنے نامۂ اعمال میں لکھ لے۔ یہ بات تمھارے لیے تمھاری آخرت میں فائدہ دے گی۔ یہ حمد وثنا اور اللہ کی تعریف:

(الف) یا تو زبانی ہوتی ہے۔ اُس میں جو راز ہے، تُو جان چکا ہے۔ اس لیے کہ گفتگو بھی نفس الامر (حقیقت) کے مقامات میں سے ایک مقام ہے، جس میں سارے اُمور ظاہر ہوتے ہیں۔

(ب) یا اللہ کی ایسی تعظیم کرنے سے ہوتی ہے، جس میں تمھارا دل اور

---

(1) الخير الكثير المقلب بـ : خزائن الحكمة، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، مع شرح: الفيض الكبير شرح الخير الكثير، الملقب بـ : مفاتح الرّحمة لخزائن الحكمة، از راقم السّطور –عُفِيَ عنه–، الخزانة الثّامنة، في أحكام نشأة الشّرع، ص: 512–513، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور، جون 2022ء۔

www.rahimia.org

تمھارا جسم دونوں اللہ کے لیے ہو جاتے ہیں۔

(ج) یا اللہ کی حمد و ثنا فعل اور عمل سے ہوتی ہے اور وہ ذبح کرنا ہے۔ اور وہ یہ کہ تم نے اپنے ارادے سے اللہ کے لیے جب جانور ذبح کیا تو اُسے روح بنا دیا اور اُسے جسم سے پاک صاف کر دیا۔

اور یہ ذبح کرنا حقیقتِ ابراہیمیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں اسوۂ حسنہ بنایا گیا۔ پس ''یوم النحر'' کو اس عبادت کے لیے متعین کر دیا گیا، جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ہوا تھا۔)

قربانی کا جانور ذبح کرنے کی دعا

یاد رہے کہ قربانی جیسی عظیم عبادت کو توجہ الی اللہ، سپردگی اور تسلیم و رَضا کے ساتھ سرانجام دینا چاہیے۔ اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی ذبح کرتے وقت جو دُعا پڑھی، وہ دین کی تعلیمات کا جامع شعور اور تحریکِ حنیفیت کے غلبے کا نظریہ واضح کرتی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن دو مینڈھے ذبح فرمائے۔ اور جب ان کو قبلہ رُخ لٹایا تو آپؐ نے یہ دعا پڑھی:

''إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ اللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ''۔ (1)

(بے شک مَیں نے ''ملت ابراہیمیہ حنیفیہ'' کے اصول پر، اپنا رُخ اُس ذات کی جانب کر لیا، جس نے آسمان و زمین پیدا کیے اور مَیں اللہ کے ساتھ کسی کو

---

(1) رواہ ابن ماجہ، حدیث: 3121۔

www.rahimia.org

شریک ٹھہرانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بے شک میری نماز اور میرے تمام اعمال اور میری زندگی اور میری موت اسی اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اور مَیں اللہ کے سب سے پہلے فرماں برداروں میں سے ہوں۔ اے اللہ! (یہ) تیری طرف سے (عطا) ہے۔ اور محمد ﷺ اور اس کی امت کی طرف سے تیرے لیے (قربانی) ہے۔)

پھر آپ نے ”بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر“ پڑھ کر جانور ذبح فرمائے۔

ذبح کے بعد کی دعا

جانور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہیے:

”اَللّٰهُمَّ ! تَقَبَّلْهُ مِنِّىْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ – عَلَيْهِ الصَّلاةُ وَالسَّلامُ – “۔ (1)

(اے اللہ! میری اس قربانی کو قبول فرما۔ جیسے کہ تونے اپنے حبیب محمد ﷺ اور اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو قبول فرمایا تھا۔)

☆

(1) امام مسلمؒ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے ذبح کے بعد یہ دعا پڑھی: ”اللّٰهُمّ! تقبّل مِنْ مُحمّد وآلِ مُحمّد ومِنْ أُمّة مُحمّد“، حدیث:5091، طبع بیروت۔

www.rahimia.org

قربانی کے احکام و مسائل کی اہمیت

قربانی کی اسی اہمیت کی وَجہ سے گزشتہ 14 سو سالوں سے امتِ محمدیہ ﷺ پورے تسلسل اور تواتر کے ساتھ اس پر عمل کر رہی ہے۔ اس لیے شریعت کے مطابق قربانی کے اَحکام و مسائل معلوم کرنا اور اس کے مطابق اس عبادت کو سرانجام دینا نہایت ضروری ہے۔ آئندہ صفحات میں قربانی کے مسائل واحکام بیان کیے جارہے ہیں۔ نیز عید الاضحیٰ اور تکبیراتِ تشریق سے متعلقہ احکام و مسائل بھی بیان کیے گئے ہیں، تاکہ ماہِ ذی الحجہ کے تمام اعمالِ صالحہ کو درست طور پر سرانجام دینے کی توفیق نصیب ہو۔

آخر میں عید الاضحیٰ سے متعلق حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خطبات میں سے دو خطبے یہاں پر شائع کیے جارہے ہیں۔[1] تاکہ علمائے کرام اور خطبائے عظام 'بزرگانِ دین کے بیان کردہ خطبات کو ترجیحاً پڑھیں اور ان کے فوائد و ثمرات سے پورے طور پر مستفید ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاص اور پوری ہمت کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! **والحمد للّٰہ اوّلًا و آخرًا۔**

= = =

(1) ان خطبات کے لیے دیکھیے "**التّفهيمات الإلٰهية**"، از امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ، ج: 2، ص: 310، طبع شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدر آباد۔

www.rahimia.org

عید الاضحیٰ اور قربانی کے احکام و مسائل

قربانی کے واجب ہونے سے متعلق مسائل

1۔ ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے، جو عید الاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب 'یعنی شریعت کی مقرر کردہ مال کی مقدار کا مالک ہو۔

2۔ صاحبِ نصاب وہ آدمی ہے، جس کے پاس شرعی نصاب:

(الف) ساڑھے سات تولہ خالص سونا، یا اُس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد مال ہو۔

(ب) یا ساڑھے باون تولہ (52.1/2) خالص چاندی کا مالک ہو۔

3۔ اس مال کی ملکیت پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر ۱۰ ر ذی الحج کی صبح صادق سے لے کر ۱۲ ر ذی الحج کے غروبِ آفتاب تک کے تین دنوں میں اتنے مال کا مالک بن گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔[1]

4۔ گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہو گا۔

---

(1) ردّ المحتار، ابنِ عابدین شامیؒ، ج:6، ص:312۔

www.rahimia.org

5۔ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو، تب بھی اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ نفل ہو گی، لیکن اس کے مال سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔[1]

6۔ فقیر، محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔[2]

7۔ ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا کیا جاسکتا ہو، اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

8۔ جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے، خواہ وہ مال دار ہو یا نہ ہو۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق مسائل

1۔ شرعی طور پر درجِ ذیل عمروں کے صرف یہی جانور قربانی کے لیے مقرر ہیں:

نمبر شمار	قربانی کے جانور	مقررہ عمر
۱	اونٹ، اونٹنی	کم از کم پانچ سال
۲	بیل، گائے	کم از کم دو سال
۳	بھینسا، بھینس	کم از کم دو سال
۴	بکرا، بکری	کم از کم ایک سال
۵	دُنبہ، بھیڑ	کم از کم ایک سال

(1) فتاویٰ عالمگیری، ج:6، ص:199۔

(2) شرح البدایہ، ج:4، ص:443۔

www.rahimia.org

ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں۔[1] البتہ اگر بھیڑ یا دنبہ چھ ماہ سے بڑا اور سال بھر سے کم کا ہو، لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔[2]

2۔ گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر لیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو، لیکن اگر کسی ایک حصے دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو۔ تو کسی حصے دار کی بھی قربانی درست نہ ہو گی۔[3]

3۔ چھوٹے جانور: بھیڑ، بکری، وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے، بلکہ ایک شخص کی جانب سے صرف ایک ہی جانور قربان ہو سکتا ہے۔

4۔ اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ آدمی یا چھے آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہیں، تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

5۔ اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہو گی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہو گی۔

6۔ سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات حصے بناتے وقت اندازے سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی

---

(1) فتاوٰی عالمگیري، ج:6، ص:199۔

(2) شرح التّنویر، ج:6، ص:314۔

(3) فتاوٰی عالمگیري، ج:4، ص:204۔

www.rahimia.org

حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہو گا۔[1]

7۔ قربانی کا جانور صحیح اور بغیر کسی جسمانی عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، جن میں درج ذیل عیب یا خرابیاں ہوں:

ا۔ اندھا یا کانا ہو۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا، جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں، لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو (البتہ وہ جانور جس کے کان تو ہیں، لیکن بالکل ذرا ذرا سے، چھوٹے چھوٹے ہیں، تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں۔ بھیڑ، بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۸۔ جانور خنثیٰ ہو، یعنی اُس کے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو۔

قربانی کرنے کے ایام اور اوقات

1۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کے شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں

---

(1) شرح التّنویر، ج:5، ص:310۔

www.rahimia.org

تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

2۔ نمازِ عید الاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نمازِ عید الاضحیٰ پڑھ لیں، تب قربانی کرنا چاہیے۔

3۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذی الحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔[1]

ذبح اور گوشت سے متعلق مسائل

1۔ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح نہ کرے یا ذبح کے وقت سامنے نہ کھڑا ہو تو قربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

2۔ قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے، فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کر دے سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

3۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

4۔ نذر کی وَجہ سے واجب ہونے والی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

5۔ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی / چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کرنے اور کھال اُتارنے کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

6۔ قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسّی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات

---

(1) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَعِنْدَهُ أُضْحِيَّةٌ يُرِيدُ أَنْ يُضَحِّيَ، فَلَا يَأْخُذَنَّ شَعْرًا وَلَا يَقْلِمَنَّ ظُفُرًا“۔ (رواہ مسلم، حدیث: 1977/5118)

www.rahimia.org

کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کر دیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے، البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

تکبیر تشریق کے احکام

1۔ عرفہ یعنی نو ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک پانچ دن "ایام تشریق" کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں با جماعت ادا کی جانے والی ہر فرض اور واجب نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے:

"اَللّٰهُ أَكْبَرَ، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَرَ، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد"۔

البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔

2۔ ۹/ ذی الحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر ۱۳ ذی الحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں۔

3۔ نمار کے فوراً بعد تکبیرات کہنا چاہیے۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے، تب کہیں۔

4۔ نمازِ عید الاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہتے ہوئے جانا چاہیے۔

5۔ نمازِ عید الاضحیٰ کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

عید الاضحیٰ کے احکام و مسائل

1۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ عید الاضحیٰ ہے۔ جس مسلمان پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے، عید الاضحیٰ کے دن اس پر جماعت کے ساتھ دو رکعت نمازِ عید الاضحیٰ بطورِ شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔

www.rahimia.org

2۔ عید الاضحیٰ کے دن درجِ ذیل اعمال مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔

۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔

۳۔ غسل کرنا۔

۴۔ مسواک کرنا۔

۵۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے، جو پاس موجود ہوں، پہننا۔

۶۔ خوشبو لگانا۔

۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔

۸۔ عید گاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔

۹۔ عید گاہ صبح سویرے جانا۔

۱۰۔ عید الاضحیٰ کی نماز اول وقت پڑھنا۔

۱۱۔ عید گاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر تشریق، یعنی: ”**اللّٰهُ أكبر، اللّٰهُ أكبر، لا إله إلّا اللّٰه واللّٰه أكبر، اللّٰه أكبر ولله الحمد**“ کہنا۔

۱۲۔ عید گاہ کی طرف پیدل جانا۔

۱۳۔ دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

3۔ جہاں نمازِ عید پڑھی جائے، وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نمازِ عید سے پہلے بھی اور نمازِ عید کے بعد بھی۔ ہاں نمازِ عید کے بعد گھر آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

4۔ عورتیں اور جو لوگ کسی وَجہ سے نماز عید نہ پڑھیں، ان کا نماز عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

5۔ ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں پر جائز ہے۔

www.rahimia.org

نمازِ عید الاضحیٰ کا طریقۂ کار اور اس سے متعلق مسائل

1۔ سب سے پہلے نیت کرے کہ: ”دو رکعت واجب نماز عید الاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں۔“ نماز کی ادائیگی کا طریقۂ کار یہ ہے:

پہلی رکعت: تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام اور مقتدی **سبحانك اللّٰھمّ** آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین مرتبہ **سبحان اللّٰہ** کہہ لے۔ اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح سورتِ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی جائے اور رکوع و سجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت: امام پہلے قرأت کرے گا، اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین تکبیراتِ زائدہ ادا کی جائیں۔ ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجدوں کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

2۔ نماز عید الاضحیٰ کے بعد امام دو خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سُنّت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا، چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

3۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا، پھر کسی وَجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اَور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر اُن کے لیے جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔

☆

www.rahimia.org

خطباتِ عید الاضحیٰ

پہلا خطبہ

اللّٰہُ أَکْبَر، اللّٰہُ أَکْبَر، لَا إِلٰہ إِلَّا اللّٰہُ،
وَاللّٰہُ أَکْبَر، اللّٰہُ أَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

سُبْحَانَ مَنْ بَرَأَ النَّاسَ وَعَمَّھمْ بِالإِحْسَانِo وَخَصَّ الْمُسْلِمِینَ مِنْھمْ بِنِعْمَۃِ الْآخِرَۃِ وَدُخُوْلِ الْجِنَانِ o

اللّٰہُ أَکْبَر، اللّٰہُ أَکْبَر، لَا إِلٰہ إِلَّا اللّٰہُ،
وَاللّٰہُ أَکْبَر، اللّٰہُ أَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

سُبْحَانَ مَنْ بَعَثَ إِلَیْھِمْ رَسُوْلًا مِنْ أَنْفُسِھمْ یھدِیھِمْ إِلیٰ مَقَامَاتِ الْعِرْفَانِo وعَلَّمَھُمْ عَلیٰ لِسَانِہ الشَّرَآئِعَ والْحِکَمَ والْقُرْآنَ o

اللّٰہُ أَکْبَر، اللّٰہُ أَکْبَر، لَا إِلٰہ إِلَّا اللّٰہُ،
وَاللّٰہُ أَکْبَر، اللّٰہُ أَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔

www.rahimia.org

سُبْحَانَ مَنْ فَضَّلَ أُمَّتَه وِدِينَه عَلٰى سَآئِرِالْأُمَمِ وَالْأَدْيانِo
ووَضَعَ عَنْهمْ الإِصْرَ وَالْأَغْلَالَ وطَهَّرَهُمْ عَنْ رِجْزِ الْأَوْثَانِo

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

سُبْحَانَ مَنْ وَعَدَ الْمُضَحِّينَ بِكلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً بِالْفَضْلِ والْاِمْتِنَانِo وَجَعَلَ إِهرَاقَ الدَّمِ يوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ، فإِنَّه قَبْلَ الْأَرْضِ يقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍo

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

سُبْحَانَ مَنْ لَّا يُحْصِيْ نِعَمَه، وإِنْ سَعٰى غَايَةَ جُهدِه كلُّ إِنْسَانٍo
وكانَ فِي كلِّ شَعْرَةٍ مِنْ شُعُوْرِه أَلْفُ فَمٍ، وفِي كلِّ فَمٍ أَلْفُ لِسَانٍ o

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

سُبْحَانَ مَنْ أَطَّتِ السَّمٰوٰتُ لِعَظْمَتِه، وَانْقَادَ لِحُكمِه الْقَمَرَانِo
سَبَّحَتِ الْمَلٰئِكَةُ مِنْ خِيفَتِه، وَخَضَعَ لِجَلاَ لِه الثَّقَلَانِo

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

www.rahimia.org

سُبْحَانَ مَنْ لَه الْعَظْمَة، والْكِبْرِيَآءُ، والنِّعْمَةُ، وَالْاٰلَاءُ، وَهوَ الْحَنَّانُo وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِه، لَا إِلٰه إِلَّا هُوَ، سُبْحَانَه مَنْ هوَ مُقْتَدِرٌ دَيَّانٌo

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد-

وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰه إِلَّا اللّٰه وَحْدَه لَا شَرِيك لَه شَهادَة خَالِصَة مِنَ الْجَنَانِo

وَأشهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُه ورَسُوْلُه، أفْضَلُ مَنْ بُعِثَ بِالْحُجَجِ والْفُرْقَانِo صَلَّى اللّٰهُ عَلَيه، وعَلىٰ آلِه، وأَصْحَابِه مَا اسْتَدَارَ الزَّمَانُ، وتَعَاقَبَ الْمَلَوَانِo

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد-

أَمَّا بَعْدُ: فإِنِّي أُوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهo وأُحَذِّرُكمْ مَعْصِيَةَ اللّٰهo وأُذَكِّرُكُمْ مَا كَانَ فِيه أَنْبِيَآءُ اللّٰه، مِنْ بَذْلِ الْأَمْوَالِ والْأَنْفُسِ فِي طَاعَةِ اللّٰه o

رُوِي أَنَّ سَيِّدَنَا إِبْرَاهِيمَ – عَلىٰ نَبِيِّنَا وَعَلَيه أفْضَلُ الصَّلَاةِ والتَّسْلِيْمِ – :

www.rahimia.org

- أَتَاه فِي مَنَامِه اٰتٍ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ، فَأَمَرَه اَنْ يتقرَّبَ إِلَى اللّٰهِ بِذِبْحِ أَحَبِّ مَا عِنْدَهO
- ثُمَّ رَوّٰى فِي أَمْرِه يومَ التَّرْوِيةِO
- ثُمَّ عَرَّفَه يوْمَ عَرْفَةَO

أَنَّ الْمُرَادَ ذِبْحُ وَلَدِهO وأنْ يَّتَوَلّٰى ذٰلِك بِيَدِهO فَانْتَهٰى إِلىٰ أمْرِ رَبِّهO وأطْفَأَ بِنُوْرِ رِضْوَانِه نَارَ قَلْبِهO

وَخَرَجَ بِابْنِه إِسْمَاعِيلَ - عَلَيه صَلَوَاتُ اللّٰه الْجَلِيلِ - إِلىٰ حَيثُ أُمِرَO وأعْلَمَه الْأَمْرَ الَّذِي قَدْ قُدِرَ، فَانْقَادَ لِأَمْرِ اللّٰه وأَحْسَنَ التَّسْلِيمَO وكذٰلِك صُنْعُ مَنْ أتَاه بِقَلْبٍ سَلِيمٍO

وَأَبٰى إِبْرَاهِيْمُ إِلَّا الإِمْضَاءَ لِحُكمِ الْقَضَآءِ، حَتّٰى إِذَا تَلَّه لِلْجَبِيْنِO وأَخَذَ الشُّفْرَةَ بِالْيَمِيْنِO وأَهْوٰى بِهَا إِلىٰ نَحْرِه مُعْلِنًا بِحَمْدِ اللّٰهِ وَشُكرِه، وتَبَشَّشَ، ووَضَعَ السِّكِّيْنَ عَلىٰ رَقَبَتِهO ولَمْ تُنَازِعْه مَحَبَّةُ وَلَدِهO

ضَجَّتِ الْمَلٰئِكة لَهُمَا بِالدُّعَآءِO وعَجَّتِ الْوَحْشُ وَحْداً لَهُمَا بِالثَّنَآءِO فَلَمَّا وَجَدَه اللّٰهُ ثَابِتًا عَلىٰ صِدْقِ النِّيَّةِO وَقُوَّةِ صَبْرِه عِنْدَ حُلُوْلِ الْبَلِيَّةِO نَادَاه:

”أَنْ يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ ٱلرُّءْيَآ ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِى

www.rahimia.org

الْمُحْسِنِيْنَ، اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ“ ۔[1]

وَأتاه جِبْرَئِيلُ – عَلَيه السَّلاَمُ – بِالْفِدْيَةِ o فعَمِدَ إلَيْهَا بِالْمُدْيَةِ o فَنَحَرَهَا، وجَهرَ بِاسْمِ اللّٰه والتَّكْبِيْرِ عَلَيْهَا إِعْلاَنًا o فَأَبْقَاه اللّٰه تَعَالىٰ فِي عَقِبِه سُنَّةً o وجَعَلَ عَلىٰ أشْرَفِ أوْلاَدِه وَأُمَّتِه مِنَّةً:

”وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ“.[2]

فَقَدْ قَالَ اللّٰه – عَزَّ وجَلَّ – :

”لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ“.[3]

عِبَادَ اللّٰه !

أَمَا اٰنَ لَكُمْ أنْ تَقْلَعُوْا عَنِ الذُّنُوْبِ! أوَ لَا تَتَّعِظُوْنَ! o

أمَا حَانَ لَكمْ أنْ تَرْجِعُوْا إِلىٰ عَلَّامِ الْغُيُوْبِ ! أوَ لَا تَعْتَبِرُوْنَ! o

اُولٰٓئِك بَذَلُوْا أنْفُسَهُمْ لِلّٰه، وأنْتُمْ بِالدَّرَاهِمِ والدَّنَانِيرِ تَشُحُّوْنَ o

اُولٰٓئِك فَنُوْا عَنْ حُظُوْظِهِمْ لِلّٰه، وأنْتُمْ فِي الْحُظُوْظِ مُنْهَمِكُوْنَ o

وَا فَضِيحَتَكُمْ مِنَ اللّٰهِ ! إِذَا ابْتُلِيَ سَرَائِرُكُمْ، وامْتُحِنَ صِدْقُ مَا تَدَّعُوْنَ o وَوُقِّفْتُمْ بَيْنَ يدَيْهِ حُفَاةً، عُرَاةً، غُرْلًا، كمَا بَدَاكُمْ تَعُوْدُوْنَ o وقَرَعَ أَسْمَاعَكمْ قَوْلُه تَعَالىٰ:

(1) 37–الصافات:105–106۔

(2) 83–المطففين:26۔

(3) 3–آلِ عمران:92۔

www.rahimia.org

”أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَاتُرْجَعُونَ“.[1]

وَاللّٰه! لَئِنْ لَّمْ يرْحَمْنَا رَبُّنَا، لَـنَحْنُ الْهالِكُوْنَo

وإِنْ لَّمْ يغْفِرْ لَـنَا رَبُّنَا، لَـنَحْنُ الْخَاسِرُوْنَo

إِنَّ أَحْسَنَ الْكلَامِ، وأبْلَغَ النِّظَامِ كلَامُ اللّٰه الْمَلِكِ الْعَزِيْزِ الْعَلَّامِ:

”إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ“.[2]

أَقُوْلُ قَوْلِي هٰذَا، وأَسْتَغْفِرُ اللّٰه لِي، ولَكمْ، ولِسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ أَجْمَعِينَ، إِنَّه هوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيمُ o

اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ۔

☆

(1) 23–المؤمنون:115۔
(2) 3–آلِ عمران:68۔

www.rahimia.org

دوسرا خطبہ

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهo اَلْحَمْدُ لِلّٰه نَحْمَدُهo وَنَسْتَعِيْنُهo وَنَسْتَغْفِرُهo ونُؤْمِنُ بِهo ونَتَوَكَّلُ عَلَيْهِo ونَعُوْذُ بِاللّٰه مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَاo ومِنْ سَيِّاٰ تِ أعْمَالِنَاo مَنْ يهدِه اللّٰه فَلاَ مُضِلَّ لَهo ومَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هادِيَ لَهo ثَبِّتُوْا قُلُوْبَكُمْ بِالطَّاعَاتِo وصَلُّوْا عَلىٰ مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْوَحْي والشَّفَاعَاتِo

أَمَّا بَعْدُ: عِبَادَ اللّٰه! اُحْضُرُوْا - رَحِمَكُمُ اللّٰه - فِي هٰذَا الْيَوْمِ الْعَظِيْمِ لِصَلَاتِكُمْ بِوَقَارٍ، وسَكِيْنَةٍ، وأَجْمَلِ هَيْئَةٍ، وزِيْنَةٍo وكَبِّرُوْا بِالطَّرِيقِ جَهْرًا، وَعَظِّمُوْا شَعَآئِرَ رَبِّكُمْ:

”وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ“۔ (1)

واجْعَلُوْها مِنْ أطْيبِ ذَخَآئِرِكمْo واسْتَشْعِرُوا التَّقْوٰي فِي

(1) الحج:22–32۔

www.rahimia.org

ضَمَآئِرِكمْo فَلَيْسَ يقْبَلُ اللّٰهُ مِنَ الْأعْمَالِ إلاَّ مَا كانَ خَالِصًا:
”لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ“.(1)

وَاعْلَمُوْا ! أنَّه يجِبُ علىٰ كلِّ حُرٍّ، مُّسْلِمٍ، ومُقِيْمٍ، غَنِيٍّ، مَالِكٍ لِّلنِّصَابِ، الْفَاضِلِ عَنِ الْحَوَائِجِ الْأَصْلِيَةِ، ولَوْ كانَ غَيرَ نَامٍ، ولَمْ يمْضِ عَلَيه حَوْلٌ، أنْ يضَحِّيَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ إِلىٰ ثَلاثَةِ أيَّامٍ عَنْ نَّفْسِه، لَا عَنْ طِفْلِه إِلَّا مِنْ مَّالِه، شَاةً أوْ سَبُعَ بَدَنَةٍ أوْ بقَرَةٍo

وإِنَّمَا يُجْزِىءُ ابْنُ حَوْلٍ مِّنَ الْمَعْزِ، وابْنُ حَوْلَينِ مِنَ الْبَقَرِ، وخَمْسَةٌ مِّنَ الإِبِلِ- ويجُوْزُ الإبِلُ والْبَقَرُ مِنْ وَّاحِدٍ إلىٰ سَبْعَةٍ، إِذَا أَرَادَ كلُّهُمُ الْقُرْبَةَ، اِتَّفَقَتْ جِهَةُ الْقُرْبَةِ أوِ اخْتَلَفَتْ- وَيُقْسَمُ اللَّحْمُ وَزْنًا، لاَ جُزَافًا، إِلَّا إِذَا ضُمَّ مَعَه مِنْ أكارِعَ والْجِلْدِo

وَتُجْزِىءُ الْجَمَّآءُ الَّتِيْ لا تَكُوْنُ لَهَا قَرْنٌ، والْخَصِيُّo ولَا تُجْزِىءُ الْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقِيْ، والْعَرْجَآءُ الَّتِيْ لَا تَمْشِيْ إِلىٰ الْمَنْسِكِ، ومَقْطُوْعُ الْأَكْثَرِ مِنْ ثُلُثِ الْأذُنِ، أو الْأَنْفِ، أو الإِلْيَةِ، أوِ الذَّنَبِ، أوِ الْعَيْنِo ويَأْكُلُ الْمُضَحِّيْ مِنْ لَحْمِ الْأُضْحِيَّةِ، ويُؤْكِلُ غَنِيًّاo ولَا يُنْقِصُ التَّصَدُّقُ عَنِ الثُّلُثِo

(1) الحج:22–37۔

www.rahimia.org

وَيتَصَدَّقُ جِلْدَهَا، أَوْ يَعْمَلُ مِنْه دَلْوًا، أَوْغَرْبًا، أَوْ يُبْدِلُه بِمَا يَنْتَفِعُ بِه بَاقِيًا، وَلَا يُعْطِيْ أَجْرَ الْجَزَّارِ مِنْهاo

وَيُكْرَهُ ذِبْحُ حَيَوَانٍ حُضُوْرَ حَيَوَانٍ اٰخَرَ، وتَرْكُ التَّوَجُّهِ إِلىٰ الْقِبْلَة، والنَّخْعُ: أَي الذِّبْحُ الشَّدِيدُ حَتّٰى يَبْلُغَ النُّخَاعَ، والسَّلْخُ قَبْلَ أنْ يسْكُنَ عَنِ الْاِضْطِرَابِ -

وَيُسْتَحَبُّ تَسْمِيْنُ الأُضْحِيَّةِ، فَقَالَ النَّبِيّ ﷺ:

”سَمِّنُوْا ضَحَايَاكُمْo فإِنَّها عَلَى الصِّرَاطِ مَطَايَاكُمْ “o

واسْتِحْسَانُ لَوْنِهَا، وإِحْدَادُ الشُّفْرَةِ قَبْلَ الإِضْجَاعِ، وَأَنْ يقُوْلَ:

”إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ عَلىٰ مِلَّةِ إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا، وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ- اِنَّ صَلاتِي وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِينَ- لَا شَرِيك لَه وَبِذٰلِك أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ- اَللّٰهمَّ مِنْك وَلَك عَنْ مُحَمَّدٍ وَّأُمَّتِه‘‘-

ثُمَّ يُضَجِّعُها مُتَوَجِّهـًا إِلَى الْقِبْلَةِ عَلىٰ جَانِبِهَا الْأَيْسَرِ، ويأخُذُ السِّكِّيْنَ بِالْيَمِيْنِ، ويُمْسِكُ رَأسَه بِالْيَسَارِ، ويَضَعُ قَدَمَه عَلىٰ صَفَاحِهَا، ويقُوْلُ: ”بِسْمِ اللّٰه اَللّٰه أَكبَرُ“، ثُمَّ يَذْبَحُ ويَقْطَعُ الْحُلْقُوْمَ، والْمَرِيَّ، والْوَدَجَيْنِo ثُمَّ يقُوْلُ بَعْدَ الذِّبْحِ:

”اَللّٰهمَّ ! تَقَبَّلْ مِنِّي كَمَا تقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ إِبْرَاهِيْمَ وحَبِيْبِكَ

www.rahimia.org

مُحَمَّدٍ- عَلَيهِمَا الصَّلَاة والسَّلاَمُ“-

قَالَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰه ﷺ: ومَا هٰذِه الْأَضَاحِيْ يارَسُوْلَ اللّٰه؟ قَالَ: ”سُنَّةُ أَبِيْكُمْ إِبْرَاهِيمَ – عَلَيه السَّلَامُ –“ قَالُوْا: فَمَا لَنَا فِيها يا رَسُوْلَ اللّٰه؟ قَالَ: ”بِكلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ“-[1]

وَ اعْلَمُوْا ! أَنَّه يَجِبُ عَلىٰ كلِّ مُسْلِمٍ مُّقِيمٍ بِمِصْرَ عَقِيبَ كلِّ فَرْضٍ أُدِّيَ بِجَمَاعَةٍ مُسْتَحَبَّةٍ مِنْ فَجْرِ يوْمِ عَرَفَةَ إِلىٰ عَصْرِ اٰخِرِ أَيَّامِ التَّشْرِيْقِ أَنْ يقُوْلَ مَرَّةً وَّاحِدَةً جَهرًا:

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰهُ،

وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد-

وَعَلىٰ مُقْتَدِيه بِلاَجَهرٍ o

قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ:

”إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا“.[2]

اللّٰهمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وعَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى

(1) رواه أحمد في مسنده، تتمّه مُسْنَدِ الْكُوفِيِّينَ، حديث زيد بن أرقم – رضي الله تعالىٰ عنه –، حديث:19283،و سنن ابن ماجه، حديث:3127-

(2) 33–الاحزاب:56-

www.rahimia.org

وصَامَ o اَللّٰهمَّ صَلِّ عَلىٰ مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ قَعَدَ وقَامَ o

وَصَلِّ عَلىٰ جَمِيْعِ الْأنْبِيَاءِ، والْمُرْسَلِينَ، والْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ، وعِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ-

"رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ". (1)

اللّٰهمَّ ! أمْطِرْ شَآبِيْبَ رِضْوَانِكَ عَلَى السَّابِقِينَ الْأوَّلِيْنَ مِنَ الْمُهاجِرِيْنَ، والْأنْصَارِ، وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ، خُصُوْصًا:

- عَلى الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهدِيِّيْنَ:
  - أبِي بَكرٍ الصِّدِّيقِ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰه فِي الْغَارِ - رَضِيَ اللّٰه تَعَالىٰ عَنْه -،
  - وَعُمَرَ الْفَارُوْقِ قَامِعِ أسَاسِ الْكُفَّارِ - رَضِيَ اللّٰه تَعَالىٰ عَنْه -،
  - وَعُثْمَانَ ذِي النُّوْرَيْنِ كامِلِ الْحَيَاءِ وَالْوَقَارِ-رَضِيَ اللّٰه تَعَالىٰ عَنْه -،
  - وَعَلِيٍّ الْمُرْتَضىٰ أسَدِ اللّٰه الْجَبَّارِ - رَضِيَ اللّٰه تَعَالىٰ

(1) 59-الحشر:10-

www.rahimia.org

عَنْه –،

- وَعَلٰي سَيِّدَيْ شَبَابِ أهْلِ الْجَنَّةِ الإِمَامَيْنِ الْهُمَامَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ أَبِي مُحَمَّدِ الْحَسَنِ وأَبِي عَبْدِ اللّٰه الْحُسَينِ – رَضِي اللّٰه تَعَالىٰ عَنْهما – ،
- وَعَلىٰ اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةِ الزَّهرَآءِ – رَضِي اللّٰه تَعَالىٰ عَنْها – ،
- وَعَلىٰ أَمِيرِ السِّياسَةِ والْخِلَافَة أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيانَ – رَضِي اللّٰه تَعَالىٰ عَنْهم – ،
- وَعَلى الْأَئِمَّةِ مِنَ الْقُرَّآءِ والْمُحَدِّثِينَ والْمُفَسِّرِينَo وفُقَهآءِ الْإِسْلاَمِ وحُكمَآءِ الدِّينِ o
- وَعَلَى الْأمَرَآءِ مِنَ الْخِلَافَة الْأُموِيَّةِ، والْعَبَّاسِيَّةِ، والْعُثْمَانِيَّةِ، وَسَآئِرِ السَّلاَطِينَ الْعَادِلِينَ o
- وَعَلىٰ كُلِّ مَنِ اتَّبَعَهُمْ بِالإِحْسَانِ إِلىٰ يَوْمِ الدِّينِo رَحْمَة اللّٰه عَلَيهِمْ أجْمَعِينَ، ”أُولَـٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَآ إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“.[1]

اللّٰهُمَّ ! أيِّدِ الإِسْلَامَ والْمُسْلِمِينَ بِإِقَامَة النِّظَامِ الْعَادِلِ۔

اللّٰهُمَّ ! وفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وتَرْضٰى، واجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خيراً مِّنَ

(1) 58–المجادلہ:22۔

www.rahimia.org

الْأُوْلىٰ -

اللّٰهُمَّ ! انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِينَ مُحَمَّدٍ ﷺ واجْعَلْنَا مِنْهمْ٥

اللّٰهُمَّ ! اخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِينَ مُحَمَّدٍ ﷺ ولَا تَجْعَلْنَا مِنْهمْ ٥

عِبَادَ اللّٰه! - رَحِمَكمُ اللّٰه - :

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى
وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ". [1]

أُذْكرُوا اللّٰهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيمَ يَذْكُرْكُمْ٥ وَادْعُوْه يَسْتَجِبْ لَكُمْ٥
ولَذِكْرُ اللّٰه تَعَالىٰ أَعْلىٰ، وأَوْلىٰ، وأَعَزُّ، وأَجَلُّ، وأَتَمُّ، وأَهَمُّ،
وأَعْظَمُ، وأَكْبَرُ ٥

اللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، لَا إِله إِلَّا اللّٰهُ،
وَاللّٰهُ أَكْبَر، اللّٰهُ أَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد-

☆

(1) 16–النحل:90-

www.rahimia.org

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ رجسٹرڈ) لاہور

بانی

حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری قدس سرہٗ السعید

مسندنشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

زیرنگرانی

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ **عبدالخالق آزاد رائے پوری** دامت برکاتہم العالیہ

مسندنشین خامس خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

پاکستان میں ملک بھر کے بڑے شہروں میں گزشتہ ایک طویل عرصے سے دینی، تعلیمی اور تربیتی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ بحمد اللہ! اس دینی مرکز میں:

- دین اسلام کے بنیادی عقائد اور شرعی احکام و مسائل کی تعلیم و رہنمائی۔
- تزکیۂ قلب و تصفیۂ باطن کے لیے مشائخ رائے پور کے معمولات کی تلقین۔
- قرآنی اصولِ سیاست اور قرآنی اصولِ معاشیات و عمرانیات کی تعلیم و تربیت۔

کا کام فقہی بصیرت، قلبی توجہ اور قومی و ملی تقاضوں کے دینی شعور کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔

اس کے لیے ادارہ ہذا میں درجِ ذیل تعلیمی و تربیتی سرگرمیاں اور مجالس و کلاسز جاری ہیں:

مجالس ذکر و فکر (روزانہ بعد نمازِ مغرب)	دورۂ حدیث شریف (سالانہ کلاس)
خطابات جمعۃ المبارک	دورۂ تفسیر قرآن حکیم (موسم گرما کی تعطیلات میں)
تربیتی سیمینارز کا انعقاد	چار سالہ علومِ اسلامیہ کلاس (برائے گریجویٹس)
تخصص فی الفقہ والافتاء	ترجمہ و تفسیر قرآن حکیم کلاس (بعد نمازِ عشاء)
دارالافتاء والارشاد	درسِ قرآن (بعد نمازِ فجر)
تربیتی ورکشاپس (محاضرین و مدرسین کے لیے)	علومِ قرآنیہ کی ایک سالہ کلاس

www.rahimia.org

قربانی کے دنوں میں
جانور ذبح کرنا ضروری ہے

قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سُنّت ہے۔ جن لوگوں پر قربانی واجب ہے، شریعتِ مقدسہ کے مطابق ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جانور ذبح کریں۔ قربانی کے جانور کی قیمت کسی کو دے دینے سے قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہو گا۔ مالی قربانی کے لیے شریعت نے زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ اور نافلہ رکھے ہیں۔ غریبوں کی مدد کے لیے الگ سے مالی قربانی کا اجتماعی نظام قائم کیا جانا ضروری ہے۔

کتابِ مقدس قرآن حکیم میں قربانی جیسے شعائر کے مقاصد و اہداف میں دلوں کا تقویٰ اور ادب مطلوب قرار دیا گیا ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے اس آیت کے الفاظ: "تَقْوَى الْقُلُوب" کا ترجمہ "دلوں کا ادب" کیا ہے۔ یعنی دل مہذب بن جائے۔ دل کی جذباتیت میں ٹھہراؤ آجائے۔ عقل کے بڑھے ہوئے دنیاوی تفکرات میں اعتدال پیدا ہو جائے۔ نفس کی خواہشات کنٹرول ہو جائیں۔ یہ دلوں کا ادب ہے۔

دلوں کا تقویٰ یہ ہے کہ بڑھی ہوئی خواہش کا سر قلم ہو جائے۔ جانور ذبح کرتے ہی دل پر چھری چلے۔ دل کی خواہشات دم توڑ جائیں۔ ظلم کی سوچ اور نظریہ ختم ہو جائے۔ عدل و انصاف کی سوچ پیدا ہو جائے۔ امن و امان اُس کی زندگی کا حصہ بن جائے۔ بداَمنی کی سوچ اُس کے دل سے کٹ کر گر جائے۔ جیسے ہی جانور پر چھری چلائی جائے اور خون بہے تو دل کی اس طرح کی تمام ناپاکیاں اُس سے کٹ کر علاحدہ ہو جائیں۔

قربانی کے جانور کی قیمت ادا کرنے سے ظلم، ناانصافی، قتل و غارت گری اور بداَخلاقی اور نفسانی خواہشات پر چھری نہیں چلتی۔ چناں چہ قیمت ادا کرنے سے قربانی کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔ اس لیے جانور ذبح کرنا لازمی اور ضروری ہے۔